ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

20

www.tanzeem.org

15 تا 21 مئی 2012ء/23 تا 29 جمادی الثانی 1433ھ

قربانی ناگزیر ہے!

دین حق کو جب کبھی قائم کرنے کی کوشش کی جائے گی، کوئی نہ کوئی دین باطل قوت اور زور کے ساتھ قائم شدہ تو پہلے سے موجود ہو گا ہی۔ طاقت بھی اس کے پاس ہو گی، رزق کے خزانے بھی اُسی کے قبضے میں ہوں گے، اور زندگی کے سارے میدان پر وہی مسلط ہو گا۔ ایسے ایک قائم شدہ دین کی جگہ کسی دوسرے دین کو قائم کرنے کا معاملہ بہرحال پھولوں کی سیج تو نہیں ہو سکتا۔ آرام اور سہولت کے ساتھ بیٹھے بیٹھے قدم چل کر یہ کام نہ کبھی ہوا ہے نہ ہو سکتا ہے۔ آپ چاہیں کہ جو کچھ فائدے دین باطل کے ماتحت زندگی بسر کرتے ہوئے حاصل ہوتے ہیں یہ بھی ہاتھ سے نہ جائیں اور دین حق بھی قائم ہو جائے، تو یہ قطعاً محال ہے۔ یہ کام تو جب بھی ہو گا اسی طرح ہو گا کہ آپ اُن تمام حقوق کو، اُن تمام فائدوں کو، اور اُن تمام آسائشوں کو لات مارنے کے لیے تیار ہو جائیں جو دین باطل کے ماتحت آپ کو حاصل ہوں، اور جو نقصان بھی اس مجاہدے میں پہنچ سکتا ہے اس کو ہمت کے ساتھ انگیز کریں۔ جن لوگوں میں یہ کھکھیڑ اُٹھانے کی ہمت ہو، جہاد فی سبیل اللہ انہی کا کام ہے، اور ایسے لوگ ہمیشہ کم ہی ہوا کرتے ہیں، رہے وہ لوگ جو دین حق کی پیروی کرنا تو چاہتے ہیں، مگر آرام کے ساتھ، تو اُن کے لیے بڑھ بڑھ کر بولنا مناسب نہیں، ان کا کام تو یہی ہے کہ آرام سے بیٹھے اپنے نفس کی خدمت کرتے رہیں اور جب خدا کی راہ میں مصیبتیں اُٹھانے والے آخر کار اپنی قربانیوں سے دین حق کو قائم کر دیں تو وہ آ کر کہیں اِنَّا کُنَّا مَعَکُمْ یعنی ہم تو تمہاری ہی جماعت کے آدمی ہیں، لاؤ اب ہمارا حصہ دو۔

خطبات
سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

اس شمارے میں

بغل میں چھری، منہ میں رام رام

جھٹلانے والوں کا عبرتناک انجام

نفس مطمئنہ

نعرۂ اللہ ہو میرے رگ و پے میں ہے

علماء کرام سے ایک درخواست!

عدالتی فیصلے اور پاکستان پیپلز پارٹی

تین فیصلے

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

الھدیٰ (513)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سورۃ ہود

(آیت 91)

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۫ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ۝

انہوں نے کہا کہ شعیب! تمہاری بہت سی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ تم ہم میں کمزور بھی ہو۔ اور اگر تمہارے بھائی نہ ہوتے تو ہم تم کو سنگسار کر دیتے۔ اور تم ہم پر (کسی طرح بھی) غالب نہیں ہو۔ (آیت: 91)

حضرت کی شعیب علیہ السلام دعوتِ اصلاح کے جواب میں قوم نے کہا کہ جو باتیں تم کہتے ہو، اُن میں اکثر ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔ یہ بات انہوں نے اس لیے کہی کہ اُن کے ذہنوں کے سانچے اتنے بگڑ گئے تھے کہ سیدھی بات ان میں فٹ نہیں بیٹھتی تھی۔ کہنے لگے ہم تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ تم ہمارے اندر کوئی طاقتور بااثر آدمی نہیں ہو، اگر تمہارا خاندان نہ ہوتا تو ہم تمہیں کبھی کا سنگسار کر چکے ہوتے۔ دیکھئے، مکی سورتوں کے نزول کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حالات ایسے تھے کہ قریش آپؐ کے خلاف سخت غیظ و غضب میں مبتلا تھے جبکہ آپؐ کے چچا ابوطالب خاندان بنی ہاشم کے سردار تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان تو نہیں لائے تھے، مگر انہیں آپؐ کے ساتھ اتنی محبت تھی کہ آخری دم تک انہوں نے آپؐ کو Support کیا۔ قبائلی زندگی میں ایسا ہوتا ہے کہ اگر کہیں ایک خاندان کے کسی فرد پر ہاتھ اٹھایا جائے تو وہ پورا خاندان انتقام لینے پر تل جاتا ہے۔ اس صورتحال میں مخالفین اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوئی اقدام کرتے تو انہیں بنو ہاشم کی طرف سے سخت ردِعمل کا ڈر تھا۔ یوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خاندان کا تحفظ حاصل تھا۔ ابوطالب کو آپؐ کے ساتھ بڑی محبت اور شفقت تھی بلکہ آپؐ نے کچھ عرصہ اُن کے سایۂ عاطفت میں بھی گزارا تھا۔ اس وجہ سے یہاں یہ نقشہ دکھایا جا رہا ہے کہ آج قریش کے مقابلہ میں جس طرح اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے خاندان کی حفاظت اور پشت پناہی فراہم کر دی ہے، اسی طرح شعیب علیہ السلام کی قوم کو بھی شعیب علیہ السلام کے خاندان کی طرف سے ردِعمل کا خوف تھا۔ اسی لئے وہ کہہ رہے تھے کہ اگر تمہارا خاندان تمہارا پشت پناہ نہ ہوتا اور تمہارا ساتھ نہ دیتا تو ہم کبھی کے تمہیں سنگسار کر چکے ہوتے، اور ذاتی طور پر تم ہم پر کوئی بھاری نہیں ہو، تمہاری کوئی حیثیت نہیں۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

سخی کے لئے فرشتوں کی دعا اور کنجوس کے لئے بددُعا

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ اِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُوْلُ اَحَدُهُمَا اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَّيَقُوْلُ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا)) (متفق علیه)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’روزانہ صبح کے وقت دو فرشتے اُترتے ہیں۔ ان میں سے ایک فرشتہ تو (سخی کے لئے) یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو نعم البدل عطا فرما (یعنی جو شخص جائز جگہ اپنا مال خرچ کرتا ہے اس کو بہت زیادہ بدلہ عطا فرما‘ بایں طور کہ یا تو دنیا میں اسے خرچ کرنے سے کہیں زیادہ مال دے یا آخرت میں اجر و ثواب عطا فرما)۔ اور دوسرا فرشتہ (بخیل کے لئے) بددعا کرتا ہے کہ اے اللہ! بخیل کو برباد کر دے (یعنی جو شخص مال و دولت جمع کرتا ہے اور جائز جگہ خرچ نہیں کرتا بلکہ بے محل اور بے مصرف خرچ کرتا ہے تو اس کا مال تلف و ضائع کر دے)۔‘‘

تشریح: اگر اللہ تعالیٰ مال دے تو آدمی اسے اپنی ضروریات اور اہل و عیال پر خرچ کرے‘ اس میں سے ضرورت مندوں اور محتاجوں کو بھی دے اور اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے بھی خرچ کرے۔ یہ انداز اختیار کرنے والے کو اس حدیث میں خوشخبری سنائی گئی ہے کہ اس کے لئے روزانہ ایک فرشتہ اترتا ہے‘ جو اس کے مال میں برکت کی دعا کرتا ہے۔ اس کے برعکس جو شخص بخیل اور کنجوس ہے کہ وہ مال کو جمع کرتا ہے‘ نہ خود کھاتا ہے نہ اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے بلکہ جائز مصرف کی بجائے بے محل اور بے مقصد خرچ کرتا ہے‘ اس کے لئے بھی ایک فرشتہ اترتا ہے‘ جو اس کے مال کے نقصان کی بددعا کرتا ہے۔ فرشتے معصوم مخلوق ہیں۔ ان کی دعا کی قبولیت میں کسے شک ہو سکتا ہے۔

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان' نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

15 تا 21 مئی 2012ء — جلد 21
23 تا 29 جمادی الثانی 1433ھ — شمارہ 20

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگرانِ طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو لاہور-54000
فون:36316638-36366638 فیکس:36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون:03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------- (2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایوب بیگ مرزا

بغل میں چھُری، منہ میں رام رام

آج کل پاکستان میں امن کی آشا کے بڑے چرچے ہیں۔ وہ ملک جسے ہم کل تک اپنا ازلی دشمن قرار دیتے تھے، اُس کے ساتھ مل کر امن کے راگ الاپے جارہے ہیں۔ تجارتی اور ثقافتی طائفے آ جا رہے ہیں۔ محبت کے زمزمے بہہ رہے ہیں۔ جنگ کو پاگل پن قرار دیا جارہا ہے۔ ہماری رائے میں بھی جنگ کبھی پسندیدہ شے نہ تھی، لیکن سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کے اس دور میں' جب انتہائی خطرناک اور تباہ کن اسلحہ کی بھرمار ہے' جنگ کی سوچ بھی لرزا دینے والی ہے۔ لہٰذا معمولی فہم وادراک رکھنے والا معاشرہ بھی اس سے گریز کرے گا۔ لیکن حقائق جان بوجھ کر نظر انداز کرنا بھی کسی طرح دانشمندی نہیں ہے۔ سب جانتے ہیں کہ مسلمان وہ کہلاتا ہے جو بعض بنیادی باتوں پر ایمان رکھتا ہو اور لفظ ایمان ''امن'' سے وجود میں آتا ہے، اگرچہ اس کا اصل مطلب تو یہ ہے کہ جو ایمان لے آیا اسے امن حاصل ہوگیا، اسے دنیوی اور اُخروی طور پر ایک سکون اور چین نصیب ہو گیا۔ اور صحیح الفطرت انسان جو اپنے لیے پسند کرے گا وہی سب کے لیے پسند کرے گا۔ چنانچہ مسلمان اندرونی اور باطنی امن کے لیے ساری انسانیت کو دعوت دے گا۔

امن اور جنگ دو متضاد الفاظ ہیں۔ امن قائم کرنا اور جنگ کا بازار گرم کرنا بھی متضاد رویوں سے سامنے آتا ہے۔ اگرچہ جنگ بھی دوطرفہ رویے سے شروع ہوسکتی ہے، لیکن اکثر بڑی قوت چھوٹی قوت پر جنگ یکطرفہ طور پر مسلط کرتی ہے جبکہ امن کبھی یکطرفہ رویے' رجحان یا خواہش سے قائم نہیں ہوسکتا۔ اس کے لیے دونوں اطراف سے خواہش اور چاہت ناگزیر ہے۔ بالفاظِ دیگر جنگ مسلط ہوسکتی ہے، امن مسلط نہیں ہوسکتا۔ جانبین کو آگے بڑھ کر اسے قبول کرنے کی خواہش کا عملی اظہار کرنا ہوگا۔ تاریخ پکار پکار کر واشگاف الفاظ میں کہتی ہے کہ امن بھی بزور بازو حاصل کیا جاتا ہے، مانگنے سے کبھی امن میسر نہیں آتا۔ جو قوم امن کی خاطر اپنے بنیادی عقائد اور جائز مفادات بھی ترک کر دے اور اپنے جائز حق سے بھی دستبردار ہو جائے وہ کبھی امن حاصل نہیں کر سکے گی بلکہ اپنی آزادی اور خود مختاری کا تحفظ بھی نہ کر پائے گی۔

پاکستان کے سیکولر عناصر پر ہی نہیں بعض نام نہاد اسلام پسندوں پر بھی آج کل امن کا بھوت بُری طرح سوار ہے۔ انہوں نے بھارتی تجارتی وفد کی موجودگی میں انڈیا زندہ باد کے پرجوش نعرے لگائے۔ آگے سے کسی بھارتی نے پاکستان زندہ باد نہیں کہا۔ وہ اپنی تحریروں اور گفتگوؤں میں برملا قوم کو یہ درس دے رہے ہیں کہ سب کچھ بھارت کے قدموں میں ڈھیر کر کے امن خرید لو، ہمیں امن کی بہت ضرورت ہے۔ ہمیں امن کی یقیناً ضرورت ہے لیکن کیا اس صورت میں بھی کہ بھارت کشمیر میں خونریزی بھی کرتا رہے اور اس کے فوجی کشمیری خواتین کی آبروریزی بھی کرتے رہیں۔ کیا اس صورت میں بھی کہ بھارت سندھ طاس معاہدے کی کھلی خلاف ورزی کرتے ہوئے پاکستان کے پانی پر ڈاکہ ڈالتا رہے اور پاکستان کی زمینوں کو بنجر بنانے کی سکیموں کو آگے بڑھاتا رہے۔ کیا اس صورت میں بھی کہ وہ افغانستان میں تخریب کاری کے کیمپ قائم کر کے بلوچستان میں دراندازوں کو بھیج کر دہشت گردی کی کارروائیاں کرتا رہے۔ کیا اس صورت میں بھی کہ سیاچن میں ہمارے علاقوں پر زبردستی قبضہ کرلے اور پاکستان وچین کا زمینی رابطہ کاٹنے کے لیے مزید آگے بڑھنے کی کوشش کرتا رہے۔ کیا اس صورت میں بھی کہ وہ سرکریک میں طے شدہ معاملات پر بھی غنڈہ گردی سے عملدرآمد نہ ہونے دے۔ کیا اس صورت میں بھی کہ وہ کھیل کے میدانوں کو بھی نہ بخشے اور عالمی سطح پر پاکستان کے خلاف پروپیگنڈا مہم کو تیز سے تیز تر کرتا رہے۔ عجیب بات ہے کہ کھلاڑیوں کو بتایا جائے کہ پاکستان دہشت گردی کی جنگ میں جل رہا ہے، لہٰذا وہاں کوئی نہ جائے اور خود بھارت کے تجارتی وثقافتی طائفے پاکستان میں

بلا روک ٹوک دندناتے پھریں۔

یہ تو ہم نے بھارت کی حالیہ اور تازہ ترین کارروائیوں کا نقشہ کھینچا ہے۔ ہم ماضی میں نہیں جھانک رہے جب اس نے فوجی کارروائی کر کے حیدر آباد دکن اور جونا گڑھ کو ہتھیا لیا تھا۔ جب اس نے پوری منصوبہ بندی کے ساتھ پاکستان کے ایک بازو کو کاٹ کے رکھ دیا تھا۔ ہندو کی پاکستان دشمنی اس انتہا کو پہنچی کہ اس نے تقسیم کے وقت پاکستان کے اثاثے ہڑپ کرنے سے گریز نہ کیا۔ بھارت ہم سے تجارت بھی یکطرفہ کرنا چاہتا ہے۔ ریلوے انجن ہمیں دینے سے انکار کرتا ہے لیکن ہم سے خام مال (raw material) لے کر ہمیں تیار مال دینے کا بڑا خواہش مند ہے۔ ہمارے یک طرفہ عشق کا حال یہ ہے کہ صدر زرداری کو ہر پاکستانی کے سینے پر ایک بھارتی کی تصویر نظر آتی ہے اور ہر بھارتی کے سینے میں پاکستانی کی تصویر نظر آتی ہے۔ میاں محمد نواز شریف فرماتے ہیں سیاچن سے یک طرفہ طور پر پاکستان افواج واپس لے آئے اور اگر بھارت ویزہ پالیسی نرم نہیں کرتا تو پاکستان یک طرفہ طور پر یہ پالیسی نرم کر دے۔ دونوں ممالک کی ایک کرنسی کا شوشہ تو اس سے پہلے ہی چھوڑا جا چکا ہے۔

ادھر بھارت کا میڈیا مسلسل زہر اگل رہا ہے۔ حال میں کہا گیا کہ فلاں فلاں پاکستانی دہشت گرد بھارت میں داخل ہو گئے ہیں، جبکہ وہ لوگ پاکستان میں ہی پائے گے۔ ہندوؤں کے حوالے سے بغل میں چھری اور منہ میں رام رام کا طرزِ عمل ہمارے بزرگوں کا صدیوں کا تجربہ اور نچوڑ تھا۔ لیکن اس سب کچھ کا صرف ہمارا دشمن ہندو ذمہ دار نہیں، ہم خود بھی ذمہ دار ہیں۔ پاکستان اور بھارت کے پاس امن کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں' امن ضرورت ہی نہیں مجبوری بھی ہے۔ لیکن امن بیلنس قوتوں کے درمیان قائم ہوا کرتا ہے۔ بھارت سے دیرپا اور مستقل امن پاکستان کے لیے بہت مفید ہے اگر پاکستان اپنی نظریاتی بنیادوں کو مضبوط کر لے' اگر پاکستان ایک اسلامی فلاحی ریاست میں ڈھل جائے' اگر پاکستان میں حقیقی نظامِ مصطفیٰ قائم ہو جائے۔ اگر ہماری شناخت الگ ہو گی اور پاکستان کی عمارت اصل بنیادوں پر قائم ہو گی تو بھارت حقیقی امن کی طرف آنے پر مجبور ہو گا۔ اگر ہم اپنی الگ شناخت قائم نہیں کر سکتے تو ایک ثقافت' باہمی تجارت اور ایک کرنسی کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں نکل سکتا کہ بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو کھا جائے۔ چھوٹی معیشت بڑی معیشت کی جھولی میں گرنے پر مجبور ہو گی۔ لہٰذا اسلامی بنیادوں پر پاکستانی ریاست قائم کیے بغیر یکطرفہ امن قائم کرنے کی کوششیں بلکہ صحیح تر الفاظ میں امن کے لیے بھارت کے آگے دستِ سوال پھیلانا مگر مچھ کے منہ میں سر دینے والی بات ہے۔

آخر میں ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ تاریخی حقائق سے صرفِ نظر کرنا آنکھوں دیکھے مکھی نگلنے کے مترادف ہے۔ ہزاروں سال سے ہندو روایت ہے ہمسائے سے دشمنی اور ہمسائے کے ہمسائے سے دوستی رکھو۔ یہ کسی عام شخص کی کہی ہوئی بات نہیں، یہ چانکیہ ڈاکٹرائن ہے اور یہی ڈاکٹرائن بھارت کی خارجی پالیسی کا محور و مرکز ہے۔ ہم یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ برصغیر کی تقسیم کو متعصب ہندو نے گاؤ ماتا کی تقسیم کہا تھا اور مہاتما گاندھی نے کہا تھا پاکستان میری لاش پر بنے گا۔ ہندو لیڈر اب بھی برملا کہتے ہیں کہ یہ لکیریں (یعنی سرحدیں) باہم پیار و محبت میں حائل ہیں، انہیں ختم ہونا چاہیے۔ اگر اب بھی کچھ لوگ غلط فہمی میں مبتلا رہنا چاہتے ہیں تو اُن کی مرضی۔

☆☆☆

پریس ریلیز 11 مئی 2012ء **حافظ عاکف سعید**

غلط پالیسیوں، باہمی انتشار اور خلفشار نے ہمارے سیاسی اور معاشی ڈھانچے کو تباہ و برباد کر دیا ہے

ہم نے اپنے حالات کی اصلاح نہ کی اور غربت، بے روزگاری اور لوڈ شیڈنگ سے تنگ آئے عوام سڑکوں پر نکل آئے تو ملک میں خونی انقلاب برپا ہو سکتا ہے

وزیر خزانہ کا یہ بیان کہ ہم بیرونی امداد کے بغیر بجٹ نہیں بنا سکتے، انتہائی شرمناک ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطبہ جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ نائن الیون کے موقع پر کہا گیا تھا کہ اگر ہم نے امریکہ کا ساتھ نہ دیا تو امریکہ ہمارا تورا بورا کر دے گا۔ ہم امریکہ کے فرنٹ لائن اتحادی بنے اور اپنے برادر اسلامی ملک افغانستان میں خون کی ندیاں بہانے میں امریکہ کا پورا پورا ساتھ دیا۔ اہل ایمان سے دشمنی اور کافروں کا ساتھ دینے کا یہ نتیجہ نکلا کہ اللہ کا غضب ہم پر نازل ہوا۔ آج وہی امریکہ ہم پر الزام تراشی کر رہا ہے اور مختلف حیلوں بہانوں سے ہماری آزادی اور خود مختاری پر حملے کر رہا ہے۔ معاشی لحاظ سے ہمارا تورا بورا ہو چکا ہے۔ غلط پالیسیوں، باہمی انتشار اور خلفشار نے ہمارے سیاسی اور معاشی ڈھانچے کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ غریب اقتدار کے ایوانوں کے سامنے خودکشیاں کر رہے ہیں لیکن حکمرانوں کے کان پر جوں تک نہیں رینگ رہی اور وہ اپنی عیش و عشرت میں مصروف ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر ہم نے اپنے حالات کی اصلاح نہ کی اور غربت، بے روزگاری اور لوڈ شیڈنگ سے تنگ آئے عوام سڑکوں پر نکل آئے تو ملک میں خونی انقلاب برپا ہو سکتا ہے، جس سے کچھ نہیں بچے گا۔ اس سے پہلے کہ پانی سر سے گزر جائے، ہم سب کو مل کر اللہ کی رسی کو تھامنا ہو گا، تاکہ دنیوی مسائل کا حل اور اُخروی نجات کی سبیل ہو سکے۔ (جاری کردہ: ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

متّقین کا انعام واکرام اور
جھٹلانے والوں کا عبرتناک انجام

سورۃ الطّور کے پہلے رکوع کی روشنی میں

امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کے 4 مئی 2012ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[سورۃ الطور کی آیات 1 تا 28 کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

حضرات! میں نے آپ کے سامنے سورۂ طور کے پہلے رکوع کی تلاوت کی ہے۔ اس سے پہلے سورۂ قٓ اور سورۃ الذاریات کا مطالعہ بھی ہم کر چکے ہیں۔ اسی طرح کی یہ تیسری سورت ہے۔ سورۂ قٓ کا آغاز بھی قسم سے ہوا تھا۔ سورۃ الذاریات میں بھی بات چند قسموں سے شروع ہوئی تھی۔ اس سورت کا آغاز بھی قسموں سے ہو رہا ہے۔ اس کی پہلی چھ آیات قسموں پر مشتمل ہیں۔ جس چیز پر یہ قسمیں کھائی گئی ہیں وہ وہی حقیقت ہے جس کا تذکرہ پچھلی سورتوں میں ہوا۔ یعنی قیامت آ کر رہے گی، حساب کتاب کا دن ضرور ہوگا اور جس عذاب کی تمہیں دھمکی دی جا رہی ہے، وہ حقیقی، یقینی واقعی اور شدنی ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ بس دنیا کے اندر وقت گزار لیا تو زندگی ختم ہوگئی۔ مر گئے تو سب برابر ہو گئے اور مرنے کے بعد کوئی پوچھ گچھ نہیں ہے۔ موت زندگی کا اختتام نہیں، اگلے مرحلۂ حیات کا آغاز ہے۔ دنیا زندگی کا پہلا حصہ اور سفر حیات کا ایک مختصر وقفہ ہے۔ اصل زندگی موت کی سرحد کے پار ہو گی، جہاں تمہیں اس دنیا میں کیے گئے اپنے ہر ہر عمل کا حساب دینا ہوگا۔ اور جو کچھ بھی تم نے اس مہلت عمر میں کیا اسی کا نتیجہ وہاں پر ظاہر ہوگا۔ اسی بنیاد پر کوئی شخص کامیاب قرار پائے گا اور کوئی ناکام۔ یہ وہ بڑی حقیقت ہے جس کی خبر تمام انبیاء و رسل دیتے آئے ہیں۔ اسی خبر کا اعادہ یہاں پانچ قسموں کے ساتھ ہو رہا ہے۔ فرمایا:

وَالطُّوْرِ (۱) وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ (۲) فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ (۳) وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ (۴) وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ (۵) وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ (۶)﴾

"(کوہ) طور کی قسم اور کتاب کی جو لکھی ہوئی ہے، کشادہ اوراق میں اور آباد گھر کی اور اونچی چھت کی اور اُبلتے ہوئے دریا کی۔"

یہاں پہلی قسم طور کی کھائی گئی ہے۔ قرآن مجید میں "طور" کا لفظ کئی بار استعمال ہوا ہے۔ اس سے مراد طور کا پہاڑ ہے۔ یہیں پر وہ وادیٔ طور ہے جہاں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی ایک تجلی کا مشاہدہ کیا۔ پھر اسی کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو اجتماعی توبہ کے لیے لے کر گئے تھے، اس لئے کہ اُن کی عدم موجودگی میں قوم کے ایک بڑے طبقے نے بچھڑے کو اپنا معبود بنا کر اس کی پرستش شروع کر دی تھی۔ طور کا لفظ عربوں کے لیے کوئی عجیب نہیں تھا۔ چنانچہ جس وقت یہ آیات نازل ہو رہی تھیں اہل عرب بالخصوص آسمانی کتابوں کے ماننے والے یہود و نصاریٰ کوہ طور کی اہمیت سے واقف تھے۔

دوسری قسم کتاب کی کھائی گئی، جو مسطور یعنی لکھی گئی ہے۔ کتاب مسطور سے کیا مراد ہے، اس بارے میں علماء اور مفسرین کے کئی اقوال ہیں۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد لوح محفوظ ہے۔ بعض کی رائے میں اس سے مراد اعمال نامہ ہے جو لکھا جا رہا ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد کتاب تورات ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو الواح کی شکل میں کوہ طور پر عطا ہوئی اور تختیوں پر لکھی ہوئی تھی۔ طور اور تورات کے درمیان جو تعلق ہے اُس کی بنا پر یہاں کتاب سے تورات مراد لینا انسب ہے۔ اگلے الفاظ "اوراق میں جو پھیلے ہوئے ہیں" سے بھی یہی رہنمائی ملتی ہے۔ اس زمانے میں تحریر کو کسی چمڑے پر لکھ کر اُسے لپیٹ لیا جاتا تھا۔ پھر اسے پڑھنے کے لیے کھولا اور پھیلایا جاتا تھا۔

تیسری قسم بیت معمور کی کھائی گئی۔ اس سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک بیت اللہ ہے جو ہر وقت آباد رہتا ہے اور جس کا ہر وقت طواف ہوتا ہے یا پھر اس سے مراد خانہ کعبہ کی بالکل سیدھ میں ساتویں آسمان پر بیت معمور ہے، جہاں فرشتے ہر وقت طواف کرتے ہیں۔ وہ گویا فرشتوں کے لیے بیت معمور ہے۔ اور خانہ کعبہ انسانوں کے لیے بیت معمور ہے۔

چوتھی قسم اس چھت کی کھائی گئی جو بلند کی گئی ہے۔ اس سے مراد آسمان ہے۔ پانچویں قسم سمندر کی کھائی گئی، کہ جو لبالب ہے۔ اِن سب چیزوں کی قسم کھا کر جس حقیقت کو آشکارا کیا جا رہا ہے وہ یہ ہے:

﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ (۷) مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ (۸)﴾

"کہ تمہارے پروردگار کا عذاب واقع ہو کر رہے گا (اور) اس کو کوئی روک نہیں سکے گا۔"

یعنی جن چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے وہ اُس حقیقت پر گواہ ہیں کہ اللہ کا عذاب واقع ہو کر رہے گا اور کوئی نہیں جو اسے روک یا ہٹا سکے، خواہ کتنا بھی زور لگا لے۔ پچھلی سورت میں کہا گیا تھا کہ جزا و سزا کا دن واقع ہو کر رہے گا، اور اُس دن نیکوں کو ان کی نیکیوں کی بھرپور جزا اور مجرموں کو اُن کی غلط کاریوں کی پوری سزا ملے گی۔ یہاں صرف عذاب کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس میں انذار کا رنگ غالب ہے۔ الفاظ و معانی سب خوف پیدا کرتے ہیں۔ احوال قیامت کا منظر تو اور بھی خوفناک ہے جو دلوں پر لرزہ طاری کر دیتا ہے۔ مجرموں کو صاف بتا دیا گیا کہ جو اللہ، اللہ کے رسولوں اور آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور اللہ کی اتاری ہوئی وحی کو تسلیم نہیں کرتے وہ تیار ہو جائیں، ان پر عذاب واقع ہو کر رہے گا۔

﴿يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا (۹) وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا (۱۰)﴾

"جس دن آسمان لرزنے لگے کپکپا کر اور پہاڑ اڑنے لگیں اون ہو کر۔"

قیامت کا واقعہ اتنا مہیب ہوگا کہ آسمان جیسی چیز کا

قرار بھی باقی نہ رہے گا اور وہ لرز اٹھے گا۔ پہاڑوں کی جو زمین میں میخوں کی مانند جمے ہوئے ہیں کیفیت یہ ہوگی کہ اُڑ رہے ہوں گے۔ سورۃ نمل میں فرمایا اور تم پہاڑوں کو دیکھتے ہو تو خیال کرتے ہو کہ اپنی جگہ پر کھڑے ہیں مگر وہ (اُس روز) اُس طرح اڑتے پھریں گے جیسے بادل۔ مقام غور ہے کہ جب آسمان اور پہاڑوں کا یہ حال ہوگا تو انسان جیسی ضعیف مخلوق اُس دن کس حال میں ہوگی۔ اب جو لوگ اس عظیم الشان خبر کی تکذیب کرتے ہیں، اُن کا انجام اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ ہلاکت سے دوچار ہوں۔ اسی لئے آگے فرمایا:

﴿ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (۱۱) الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ (۱۲)﴾

''اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے جو حوض (باطل) میں پڑے کھیل رہے ہیں۔''

یعنی جھٹلائے والے جو اللہ کی اتاری ہوئی وحی کو نہیں مانتے، جو رسولوں کو ماننے سے انکاری ہیں، جو اس خبر کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ یوم حساب آکر رہے گا، وہ خاطر جمع رکھیں۔ بہت بڑی تباہی اُن کا مقدر بننے والی ہے۔ ان لوگوں میں کچھ تو وہ ہیں جو زبان سے کھلم کھلا حق کا انکار کرتے ہیں اور کچھ اپنے عمل سے حق کو جھٹلاتے ہیں۔ یہ تکذیب عملی ہے۔ وہ لوگ جو دنیا ہی کو اپنا مطلوب و مقصود بنالیں، جنہیں پرواہی نہ ہو کہ اللہ کا حکم کیا ہے، رسول ﷺ کا فرمان اور آپ کا بتایا ہوا راستہ کون سا ہے اور اپنی من مانی زندگی گزاریں وہ درحقیقت اپنے عمل سے آخرت اور رسالت کا انکار کرتے ہیں۔ جھٹلانے والوں کا حال یہ ہے کہ بس باتیں بنانے میں مشغول ہیں۔ انہوں نے دین کو ایک تماشا گاہ بنایا ہوا ہے۔ وہ دینی حقائق کا مذاق اڑاتے ہیں اور پھر بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ عصر حاضر میں خود مسلمانوں کے نام نہاد دانشور اسی مرض میں مبتلا ہیں۔ آج دانش اور جدت پسندی کی علامت ہی یہ سمجھی جاتی ہے کہ آدمی مذہبی حقائق کا انکار کرے، ان کا تمسخر اڑائے اور ان کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش کرے۔ ایک آدمی یہ کام جتنے لطیف انداز میں کرے گا، اتنا ہی بڑے پائے کا دانشور شمار ہوگا۔

آگے ایک بہت ہولناک منظر کا بیان ہے:

﴿ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا (۱۳) هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ (۱۴)﴾

''جس دن ان کو آتش جہنم کی طرف دھکیل دھکیل کر لے جائیں گے، (کہا جائے گا) یہی وہ جہنم ہے جس کو تم جھوٹ سمجھتے تھے۔''

آخرت کی تکذیب کرنے اور دینی حقائق کا مذاق اڑانے والوں کا انجام بہت عبرتناک ہوگا۔ انہیں جہنم کی طرف دھکے دے کر لایا جائے گا۔ کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ دن جس کا تم انکار کرتے تھے۔ یہ دن اب سب سے بڑی حقیقت بن کر تمہارے سامنے آگیا ہے، اب اس کا انکار کرو۔ دنیا کی زندگی میں رہتے ہوئے تمہیں یوم حساب کا احساس ہی نہیں تھا۔ بس یہی سمجھتے رہے کہ دنیا ہی سب کچھ ہے۔ لہٰذا تم نے زیادہ سے زیادہ صلاحیتیں اسی کام میں لگائیں کہ دوسروں سے آگے نکلو، مراعات اور اچھی سے اچھی سہولیات حاصل کرو، اپنے بچوں کو اوپر لے جاؤ، ایک مل ہے تو دس بنانے کے لئے دن رات ایک کردو۔ تم نے دنیا ہی کو سب کچھ سمجھے رکھا تھا۔ اُسی کا نقصان تمہیں پریشان کرتا رہا اور اسی سے تمہیں ڈپریشن بھی ہو جاتا تھا اور وہیں کی خوشی میں تم آپے سے باہر بھی نکل جاتے تھے۔ اگر تم آخرت اور یوم حساب کو مانتے بھی تھے تو اس پر یقین قلبی نہیں ہوتا تھا۔ یقین قلبی آسانی سے نہیں بنتا، اِسی لیے قرآن مجید میں سب سے زیادہ زور آخرت پر دیا گیا ہے۔ مختلف اسالیب میں یہ بات بار بار سمجھائی گئی ہے کہ آخرت آکر رہنی ہے۔ اس کے لئے قسمیں بھی کھائی گئی ہیں۔

پھر جہنم میں پھینکتے وقت بطور زجر و توبیخ اُن کی گزشتہ تکذیب کے پیش نظر اُن سے کہا جائے گا:

﴿ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ (۱۵) اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۱۶)﴾

''تو کیا یہ جادو ہے یا تم کو نظر ہی نہیں آتا اس میں داخل ہو جاؤ اور صبر کرو یا نہ کرو تمہارے لئے یکساں ہے جو کام تم کرتے تھے (یہ) ان ہی پر تم کو بدلہ مل رہا ہے۔''

یعنی دنیا میں تم قرآن کی تعلیمات کو برحق ماننے کی بجائے اُسے سحر کہا کرتے تھے، آج بتاؤ کہ جو آگ جو تم دیکھ رہے ہو، کیا یہ بھی تمہاری نظر میں جادو ہے۔ تم دنیا میں آخرت کے منکر تھے، حساب کتاب، جزا و سزا پر تمہارا یقین نہ تھا، مگر اب کیا خیال ہے۔ اب تو خوفناک انجام ہی تمہارا مقدر ہے۔ اب تمہیں اسی آگ میں رہنا ہے۔ صبر کرو یا بے صبری، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ نتیجہ کے اعتبار سے دونوں برابر ہیں۔

دنیا کا معاملہ یہ ہے کہ یہاں چیخ و پکار سے فائدہ ہو جاتا ہے، لیکن وہاں اس کا کوئی فایدہ نہیں ہوگا۔ وہاں کوئی سننے والا نہیں ہوگا۔ لہٰذا عقلمندی کا تقاضا ہے کہ آدمی دنیا ہی میں آخرت کو سنوارنے اور عذاب سے بچنے کی فکر کرے۔ یہی بات سورۃ التحریم میں کہی گئی ہے: (ترجمہ) ''اے اہل ایمان! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو (جہنم کی) آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے''۔ (آیت : 6)

انسان سب سے بڑھ کر خیر خواہ اپنی ذات اور اپنے گھر والوں کا ہوتا ہے۔ قرآنی تعلیمات یہ بتاتی ہیں کہ اصل خیر خواہی آخرت کی بھلائی چاہنا ہے۔ یعنی آدمی اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچانے کی کوشش کرے۔ اُس کی فکر یہ نہ ہو کہ دنیا کی دوڑ میں کیسے دوسروں سے آگے جائے، یہاں اولاد کے لیے بہت سا مال چھوڑ کر جائے، انہیں کسی مقام پر پہنچائے۔ اس کی بجائے اُسے یہ پریشانی ہو کہ انہیں دین و شریعت کے راستے پر کیسے لایا جائے، تا کہ آخرت کے عظیم نقصان سے بچ سکیں۔ فکر اس بات کی ہونی چاہیے کہ جب آخرت میں اولاد جہنم کا ایندھن بنے گی اور چیخ و پکار کرے گی اور تو پھر کیا ہوگا۔ یہاں تو ہمیں اولاد کی بڑی فکر رہتی ہے۔ اولاد کو اگر ایک دن کے لیے بھی حوالات جانا پڑ جائے تو ہماری دنیا تاریک ہو جاتی ہے، مگر افسوس کہ اُن کی آخرت کی ہمیں کوئی فکر نہیں ہے۔

جھٹلانے والوں پر یہ بھی واضح کر دیا جائے گا کہ یہ تمہاری اپنی بداعمالیاں ہیں جو آج عذاب کی شکل میں تم پر مسلط ہیں۔ یہ تمہارے اپنے کرتوتوں کا نتیجہ ہے جو تمہارے سامنے آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ اُس نے انبیاء و رسل اور آسمانی کتابوں کے ذریعے تم پر یہ واضح کر دیا تھا، کہ حساب ہونا ہے اور تمہیں اپنے اچھے برے اعمال کا بدلہ ملنا ہے۔

پچھلی سورتوں (ق اور ذاریات) میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ اہل جہنم کے تذکرہ کے فوراً بعد اہل جنت کا ذکر بھی آتا ہے۔ یہاں بھی وہی انداز ہے، اہل جہنم کے ذکر کے بعد اہل جنت کے انعام و اکرام کا ذکر ہے۔ فرمایا:

﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ (۱۷) فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ (۱۸)﴾

''جو متقین (پرہیزگار) ہیں وہ باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے۔ جو کچھ ان کے پروردگار نے ان کو بخشا اس (کی وجہ) سے خوشحال ہیں اور ان کے پروردگار نے ان کو دوزخ کے عذاب سے بچالیا۔''

اہل تقویٰ کا ٹھکانہ باغہائے جنت ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو سچے ایمان والے ہیں اور جن کا عمل ان کے ایمان کے تابع ہے۔ وہ ایمان کے عملی تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔ انہی لوگوں کے لئے دوسرا لفظ متقین آتا ہے۔ قرآن حکیم میں اکثر ذکر ہوتا ہے کہ جنت اہل تقویٰ کے لئے ہے۔ تقویٰ محتاط طرز عمل کا نام ہے۔ یعنی آدمی ہر وقت یہ خیال کرے کہ میں اللہ کی نگاہ میں ہوں، لہٰذا کوئی ایسا کام نہ کروں جس سے وہ

ناراض ہو جائے، کیونکہ مجھ سے میرے اعمال کی جوابدہی ہونی ہے۔ تقویٰ ہر شخص کی ضرورت ہے، جو بھی جنت کا طالب ہے۔ تقویٰ کا تقاضا سب مسلمانوں سے ہے۔ یہ تصور کہ کچھ مولوی حضرات تقویٰ اختیار کریں عوام الناس کو تقویٰ کی کوئی ضرورت نہیں ہے، قطعاً غلط ہے۔ اس غلط فہمی کا بنیادی سبب یہ ہے کہ لوگوں تک قرآن کا پیغام نہیں پہنچا۔ اگر وہ قرآن پڑھیں تو اس غلط فہمی کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ جنت اہل تقویٰ ہی کے لئے تیار کی گئی ہے۔ وہ وہاں رب کی نعمتوں سے بھرپور طور پر لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔ اور بہت خوش ہوں گے اُن کے لئے سب سے بڑی خوشی کی بات یہ ہوگی کہ ان کے رب نے انہیں عذاب جہنم سے بچا لیا۔ اس احساس سے ان کے اندر اطمینان اور سرور کی کیفیت پیدا ہوگی۔ انہیں کہا جائے گا:

﴿ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۱۹) ﴾

''اپنے اعمال کے صلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو۔''

جیسے پیچھے اہل جہنم سے کہا گیا تھا کہ یہ تمہارے اپنے اعمال ہیں جو تم پر عذاب کی شکل میں مسلط ہیں، یہاں اہل جنت سے کہا جا رہا ہے کہ جو کچھ انعام و اکرام تم پر ہوا ہے یہ تمہارے اپنے اعمال صالحہ کا نتیجہ ہے۔ تم نے دنیا میں ایمان والی زندگی گزاری، ایمان کے تقاضوں کو پورا کیا، لہٰذا اب یہاں تمہیں ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا جا رہا ہے۔

آگے اہل تقویٰ کی جنت میں کیفیت کی ایک جھلک دکھائی جا رہی ہے:

﴿مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ (۲۰)﴾

''(اہل جنت) تختوں پر جو برابر برابر بچھے ہوئے ہیں تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں کو ہم ان کا رفیق بنا دیں گے۔''

آگے اہل ایمان کے لیے ایک خاص بشارت کا ذکر ہے۔ ہر شخص کی خواہش ہوتی ہے کہ میری اولاد کو بھی خوب سے خوب تر ملے اور ہر میدان میں کامیابی ہو۔ سچے اہل ایمان تو اپنی اولاد کی آخرت کے لیے بھی دعا گو ہوتے ہیں، کہ وہ وہاں بھی کامیاب ہو۔ تو اللہ تعالیٰ ان کی یہ خواہش بھی پوری کر دے گا۔ ان کے گھر والوں کو بھی ان کے ساتھ شامل کر دیا جائے گا۔ فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ كُلُّ امْرِۍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ (۲۱)﴾

''اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد بھی (راہ) ایمان میں ان کے پیچھے چلی، ہم ان کی اولاد کو بھی ان (کے درجے) تک پہنچا دیں گے اور ان کے اعمال میں سے کچھ کم نہ کریں گے۔ ہر شخص اپنے اعمال میں پھنسا ہوا ہے۔''

اونچے درجے کے اہل ایمان کی اولاد اگر ان کے پیچھے ان کے نقش قدم پر چلی اور ایمان کی حالت میں رہی تو چاہے ان کا وہ مقام و مرتبہ نہیں تھا، لیکن اللہ تعالیٰ ان کے مرتبے کے اعزاز کے طور پر نیچے والوں کو بھی ان کے ساتھ شامل کر دے گا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اُن کے آباء و اجداد کا مرتبہ گھٹا کر انہیں اوپر سے نیچے لا کر اولاد سے ملا دیا جائے گا بلکہ اولاد کو بزرگوں کے درجات تک پہنچا دیا جائے گا۔ یہ اللہ کی خاص رحمت اور فضل کا ظہور ہوگا۔ ورنہ جہاں تک ذاتی ذمہ داری اور مسؤلیت کا سوال ہے تو وہ ہر ایک کی اپنی ہو گی۔ ہر شخص کو وہی ملے گا جو اس نے کمائی کی ہوگی۔ جس نے اچھی کمائی کی اس کا اچھا انجام ہوگا، اور جس نے بری کمائی کی، گناہ کمائے، حدود اللہ کو توڑا، دنیا کو اپنا مطلوب و مقصود بنایا، اس کا انجام برا ہوگا۔ لیکن کسی کے ساتھ ظلم نہیں ہوگا۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکے گا کہ میرے ساتھ بے انصافی ہوئی۔ یہ تو ہوگا کہ اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کے گناہوں کو معاف فرما دے، لیکن یہ نہیں ہوگا کہ کسی بے گناہ کو کوئی سزا مل جائے۔ آگے فرمایا:

﴿ وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ (۲۲) يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ (۲۳) وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ (۲۴)﴾

''اور جس طرح کے میوے اور گوشت کو ان کا جی چاہے گا ہم ان کو عطا کریں گے۔ وہاں وہ ایک دوسرے سے جام شراب جھپٹ لیا کریں گے، جس (کے پینے) سے نہ ہذیان سرائی ہو گی نہ کوئی گناہ کی بات اور نوجوان خدمت گار (جو ایسے ہوں گے) جیسے چھپائے ہوئے موتی، ان کے آس پاس پھریں گے۔''

اللہ تعالیٰ اہل جنت کو اُن کے دل پسند میوے اور گوشت مہیا فرمائے گا۔ جنتی ایک دوسرے سے خوش طبعی کے سے انداز میں وہ پیالہ جس میں شراب ہوتی ہے، ایک دوسرے سے چھین بھی رہے ہوں گے، لیکن یہ وہ شراب نہ ہو گی، جس سے دنیا والے واقف ہیں اور جو حرام کی گئی ہے، بلکہ یہ بہت پاکیزہ شراب ہو گی۔ اُس میں نشہ، مستی اور بے ہودگی نہ ہو گی۔ اُس سے انسان میں گناہ اور نافرمانی کا جذبہ پیدا ہوگا۔ اور جنتیوں کی خدمت کے لیے وہ نوجوان خدمت گار ہوں جو نہایت خوبصورت ہوں گے، گویا موتی ہوں۔

آگے اہل جنت کا ایک مکالمہ ہے:

﴿ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰي بَعْضٍ يَّتَسَاۗءَلُوْنَ (۲۵) قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ (۲۶) فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ (۲۷) اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ (۲۸) ﴾

''اور ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے آپس میں گفتگو کریں گے۔ کہیں گے کہ اس سے پہلے ہم اپنے گھر میں (اللہ سے) ڈرتے رہتے تھے تو اللہ نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں لو کے عذاب سے بچا لیا، اس سے پہلے ہم اس سے دعائیں کیا کرتے تھے۔ بیشک وہ احسان کرنے والا مہربان ہے۔''

لوگ باہمی گفتگو میں ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ تمہارا وہ کیا عمل تھا' جس کی وجہ سے اللہ نے تمہیں یہ مقام عطا کر دیا اور جہنم سے بچ گئے اور آج جنت میں ہو۔ اُن کا ایک مشترک جواب یہ ہوگا کہ ہم اس سے پہلے (یعنی دنیا میں) رہتے ہوئے اس دن سے ڈرا کرتے تھے۔ اسی کا نام تقویٰ ہے۔ اس دن کے محاسبہ کے خیال سے ہم نے اپنے آپ کو گناہوں سے روکے رکھا تھا۔ دنیا کی مصروفیات ہمیں اس دن سے غافل نہیں کر سکیں۔ ہم ہر مشکل میں اللہ تعالیٰ ہی کو پکارا کرتے تھے۔ ایمان کی دولت مل گئی تھی، اس پر استقامت کے لیے بھی ہم اسی سے دعا کرتے تھے اور سیدھے راستے کی ہدایت کے لیے بھی اسی کے آگے دست سوال دراز کرتے تھے۔ یہ وہ بنیادی نکتہ ہے جس پر ہم سب کو توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اُس دن تو سب جہنم سے ڈر رہے ہوں گے اور مجرمین بھی کہیں گے خدایا ہمیں دنیا میں دوبارہ بھیج دے، تاکہ ہم نیکی کر کے ایمان و احسان کے اعلیٰ ترین مقام پر پہنچ کر دکھائیں، لیکن اُس دن کا ڈرنا اور پچھتانا بے سود ہوگا۔ اب موقع نہیں ملے گا۔ اصل بات یہ ہے کہ دنیا میں اللہ کے حضور پیشی اور جوابدہی کے احساس کے تحت اپنے آپ کو گناہوں سے بچایا جائے۔ ایسے ہی لوگ وہاں کامیاب ہوں گے۔ جیسا کہ سورۃ النازعات میں فرمایا گیا:

﴿وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى (۴۰) فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِىَ الْمَاْوٰى (۴۱) ﴾

''اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا اور جی کو خواہشوں سے روکتا رہا۔ اس کا ٹھکانہ بہشت ہے۔''

دُعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں دین پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور آخرت کی دائمی حقیقی کامیابی سے نوازے۔ (آمین)

(مرتب: محبوب الحق عاجز)

نفسِ مطمئنہ

راحیل گوہر

زندگی ہموار اور ناہموار پر پیچ راستوں پر سفر کرتے رہنے کا نام ہے۔ یہ زندگی فرش پر لگے ماربل کے ٹائلز کی مانند بھی نہیں کہ ایک ہی سائز کے چوکور یا لمبے ٹکڑے ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح جوڑ دیئے جاتے ہیں، جیسے یہ شاعرانہ حسن برقرار رکھنے میں ان کا کوئی باہمی عہد وپیماں ہو۔ بلکہ زندگی تو نشیب وفراز، دکھ سکھ، کلفت وراحت اور جوار بھاٹا سے عبارت ہے۔ زندگی کا یہ تضاد ہی اس کا اصل حسن اور اصل جوبن ہے۔ اگر وقت اور حالات ہمیشہ انسان کے حق میں موافق اور سود مند رہیں تو وہ زندگی سے کچھ نہیں سیکھ سکتا۔ اسی طرح فتح وشکست، رفع وتنزل، آس ویاس اور مسرت وغم زندگی کی کتاب سے کھرچ دیئے جائیں تو وہ بے کیف اور بے روح ہو کر رہ جاتی ہے۔

زندگی میں کبھی خوشیاں اور شادمانیاں انسان کے قدم چومتی ہیں تو کبھی محرومیاں اور ناکامیاں اس کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتی ہیں۔ بسا اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ اجنبی اور غیر شناسا لوگ اتنے دبے پاؤں قریب آجاتے ہیں کہ آہٹ تک نہیں ہوتی اور وہ دل کے سنگھاسن پر آبیٹھتے ہیں۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بے حد نزدیک رہنے والے بہت دور چلے جاتے ہیں، کبھی واپس نہ آنے کیلئے۔ شام ڈھلے جب سورج اپنی نیم جان کرنوں کو اپنے وجود میں سمیٹتے ہوئے اندھیروں کی آغوش میں جا چھپتا ہے تو بیتے دنوں کی یادیں ذہن کے دریچے پر ایک نئی سج دھج کے ساتھ جلوہ آرا ہونے لگتی ہیں۔ اور آج ہونے والی تمام باتیں قصہ پارینہ بن جاتی ہیں۔ بارہا ایسا بھی ہوتا ہے کہ زندگی کے کٹھن معاملات کی ڈور سلجھانے میں ذہن الجھ کر رہ جاتا ہے۔ جتنے بل کھولو، اتنی ہی گرہیں پڑتی جاتی ہیں۔ پھر یکا یک گھڑی کی ایک ٹِک کے ساتھ وہی ڈور یوں سلجھ جاتی ہے گویا اس میں کوئی پیچ وخم تھا ہی نہیں۔ زندگی میں کئی موڑ ایسے بھی آتے ہیں کہ اپنوں کے بے رحم رویے دل کا خون کر دیتے ہیں۔ اور گاہے بیگانوں کی چاہت، خلوص اور والہانہ پن انسان کے بکھرے وجود کو یوں سمیٹ لیتے ہیں گویا یہ ان کی ذات کا ہی کوئی حصہ ہے۔ کبھی کبھی باغیانہ سوچوں اور منتشر خیالی کا بہاؤ انسان کی شخصیت میں دراڑیں ڈال دیتا ہے، اور اس کے وجود کی پوری عمارت مخدوش ہونے لگتی ہے کہ ۔

جہاں بازو سمٹتے ہیں وہیں صیاد ہوتا ہے

آخر اس زندگی میں اتنا تنوع اور اتنا تضاد کیوں ہے؟ یہ کبھی دھوپ اور کبھی چھاؤں کیوں محسوس ہوتی ہے۔ کبھی مصائب وآلام کی تپش جسم کو جھلسا کر رکھ دیتی ہے تو کبھی یوں لگتا ہے کہ جیسے ''روح تک آگئی ہو تاثیر مسیحائی کی۔۔۔ یہ کوئی طلسم ہوشربا نہیں ہے اگر منطق کی پیچیدگیوں اور فلسفیانہ موشگافیوں کے حصار سے نکل کر انسان غور وتدبر کرے تو اصل مسئلہ انسان کی کم علمی اور سطحی فکر ونظر کا ہے، اگر اسے اس حقیقت کا صحیح ادراک ہو جائے کہ یہ زندگی ایک مسلسل امتحان ہے اور یہ دنیا ہر ایک کیلئے کمرۂ امتحان۔ یہ ایک ایسا سمیسٹر ہے جس کی شروعات انسان کے شعوری سطح کو چھو لینے کے وقت سے ہوتی ہے اور اس کی موت پر ہی ختم ہوتی ہے۔ یہ زندگی دنیا اور آخرت کے درمیان ایک آزمائشی وقفہ ہے۔ جس کا اچھا یا برا نتیجہ اُس آخرت کی زندگی میں نکلے گا جو کہ یقینی، حتمی اور واقع ہونے والی ہے۔ یہاں جو دنیا کی تمام نعمتوں، آسائشوں اور آسودگیوں سے مالا مال ہے، وہ بھی امتحان میں ہے اور جو محرومیوں، ناکامیوں، مصیبتوں اور ناانصافیوں کا شکار ہے وہ بھی حالتِ امتحان میں ہے۔

سمجھتے تھے نکل جائے گا دورِ امتحاں اک دن
مگر یہ زندگی ظالم مسلسل امتحاں نکلی

جو لوگ زندگی کی اس تلخ وشیریں حقیقت کا صحیح فہم وادراک حاصل کر لیتے ہیں وہی سکون وراحت، آسودہ قلبی اور نفس مطمئنہ والی زندگی بسر کرتے ہیں۔ زندگی گزارنے کے لئے ہمیشہ پرامید اور مثبت انداز اختیار کرنا ناگزیر ہے۔ واہمے اور ناامیدی کی کیفیت انسان کو کمزور کر دیتی ہے۔ جس کی وجہ سے انسان کا جسم بیماریوں کی آماجگاہ بن جاتا ہے ایسے لوگ جو اپنی ذات اور اپنے وجود کو بے مقصد سمجھنے لگتے ہیں ان میں احساس کمتری پیدا ہو جاتا ہے جو کہ ذہنی صحت اور ایک خوشگوار زندگی کیلئے سخت نقصان دہ ہے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اپنے خطبات بہاولپور کے پانچویں خطبہ میں ایک عالم دین کا ذکر کیا ہے جس کو خلیفہ وقت نے اندھے کنویں میں قید کر دیا تھا۔ اس کنویں کی منڈیر پر ان کے شاگرد کنویں میں بیٹھے اپنے استاد سے علمی سوالات کرتے اور ان کے جوابات نوٹ کرتے۔ اس طرح ذخیرۂ علمی جمع ہو گیا۔ اور شمس الائمہ امام سرخسیؒ کی کنویں میں قید زندگی علم کی دولت تقسیم کرنے کا ذریعہ بنی۔ جسے آج علوم دین کے طلباء شرح السیر الکبیر کے نام سے جانتے ہیں اور امام صاحب کو اس کام کے ذریعے جو خوشی اور ذہنی آسودگی حاصل ہوئی تھی وہ کنویں کی قید کے غم کو بھلا دینے کا باعث بنی...... اسی طرح مولانا ابوالکلام آزاد جیل کی سلاخوں کے پیچھے سے ایک چڑے اور چڑیا کے جوڑے کو گھونسلا بناتے دیکھ کر خوش ہوتے رہے اور ''غبار خاطر'' میں چڑیا چڑے کی کہانی مزے لے لے کر بیان کی۔ جیل کی صعوبتیں ان کے لئے تفریحی مشاہدے کا ذریعہ بن گئیں۔ ہمارے ان اسلاف کے یہ کارہائے نمایاں ہی ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ ہمیں خود کو مزاحمتوں اور مخالفتوں کا عادی بنانا چاہئے، ان ہی سے زندگی میں چاشنی اور دلچسپی پیدا ہوتی ہے۔ اور ان مخالفتوں، مزاحمتوں اور رکاوٹوں پر قابو پانے سے ہمارے اندر خود اعتمادی جڑ پکڑتی ہے۔ اور ہم نفس امارہ اور نفس لوامہ کی گھاٹیوں سے نکل نفس مطمئنہ کے مقام تک پہنچ جاتے ہیں۔

معمارِ پاکستان نے کہا:

''اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز پیش نظر رہنا چاہیے کہ اس میں اطاعت اور وفاکیشی کا مرجع اللہ کی ذات ہے جس کی تعمیل کا عملی ذریعہ قرآن مجید کے احکام اور اصول ہیں۔ اسلام میں اصلاً نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے، نہ پارلیمنٹ کی، نہ کسی شخص اور ادارے کی۔ قرآن مجید کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کی حدود متعین کر سکتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اسلامی حکومت قرآن کے اصول و احکام کی حکومت ہے۔''

(کراچی 1948ء)

نغمہ اللہ ہو میرے رگ و پے میں ہے

عتیق الرحمٰن صدیقی

''تعلیم'' کتنا عام سا لفظ ہے' زبان زد خلائق' ہر کہ ومہ اسے بے دھڑک استعمال کرتا ہے۔اس کے ذہن میں اس کا کچھ نہ کچھ مفہوم بھی ہوتا ہے۔ یہاں لفظ و معنی میں تفاوت ہے بھی اور نہیں بھی۔ اگر اسے صرف پڑھنے لکھنے کے فن تک محدود کرلیا جائے تو حقیقی مفہوم معدوم ہو جاتا ہے اور اگر وسعتوں سے ہمکنار کر دیا جائے تو معنویت اُجاگر ہونے لگتی ہے اور پھر اس کے متعدد پہلو ضوفشاں ہونے لگتے ہیں اور کوئی ابہام باقی نہیں رہتا۔ ابہام اور ژولیدگی اس وقت رونما ہوتی ہے جب کوئی فرد اس کی من مانی تعبیر کرتا ہے اور اسے اپنے مخصوص فکر میں ڈھالنے لگتا ہے۔ اگر لغوی اور اصطلاحی مفہوم کو سامنے رکھ کر کوئی نتائج مرتب کرے تو ان کے درست اور صائب ہونے کا امکان بڑھ جاتا ہے۔

قومیں اپنے عقائد و نظریات اور رسوم و روایات کی روشنی میں تعلیم کا مفہوم متعین کرتی ہیں۔ دراصل تعلیم ایک عمل' سرگرمی اور کوشش کا نام ہے جو دانستہ طور پر کوئی قوم اپنی نسل کو اپنا فکری ورثہ منتقل کرنے کے لیے کرتی ہے۔ یہ فکری سرمایہ ان افکار و نظریات' عقائد اور اقدار اور روایات پر مشتمل ہوتا ہے جو اس کے اسلاف نے اپنے تشخص' اپنی پہچان اور اپنی انفرادیت کی بقا کے لیے اس لیے محفوظ کر رکھا ہوتا ہے، تاکہ اسے نئی نسل کے شاہینوں تک بحفاظت پہنچا دے' وہ اس امانت کے محافظ بن کر انتقال کے تسلسل کو قائم رکھ سکے اور تجدید بھی ہوتی رہے وہ یوں کہ اگر اس وراثت میں لایعنی' ناکارہ اور مسموم مواد کی ملاوٹ ہوگئی ہے تو اسے نکالا جاتا رہے اور صحت مند مواد کو باقی رکھا جائے، تاکہ نئے اذہان کی روش اور طرزِ زندگی میں کوئی کجی نہ آنے پائے۔

یہ فکری سرمایہ دراصل ثقافتی ورثہ ہے۔ ثقافت کا لغوی مفہوم زیرکی اور دانائی کا ہے۔ کسی چیز کو بھانپ لینے اور اس میں مہارت حاصل کرنے کا نام ثقف ہے۔ یہ ان علوم و معارف سے عبارت ہے جن کی وجہ سے اُمت مسلمہ نبی مکرم ﷺ کی بعثت کی بدولت آراستہ ہوئی۔ وہ اعمال بھی اسلامی ثقافت میں داخل ہیں جن کو حضور اکرم ﷺ اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور پھر تابعین عظام رحمہم اللہ نے قائم فرمایا۔

اسلامی ثقافت کے مظاہر وہی ہیں جو اسلامی شریعت کی حدود میں ہوں اور قرآن و سنت کی تعلیمات سے متصادم نہ ہوں۔ وہ تقرب اِلی اللہ کا باعث ہوں اور بندگیٔ ربّ کے محافظ ہوں اور ہر شعبۂ زندگی اسی ضو سے منور ہو۔ کوئی بھی بے لگام گھوڑے کی طرح سرپٹ دوڑ نہ رہا ہو بلکہ شانِ بندگی اس کا طرۂ امتیاز ہو۔ ہر فرد اسی خودی کی خلوتوں میں

> نصاب ان تمام تر سرگرمیوں سے عبارت ہوتا ہے جو کسی تعلیمی ادارے کی نگرانی میں ادارہ کے اندر یا باہر انجام پاتی ہیں۔ جب تک ان تمام تر سرگرمیوں کو اسلام کی روح کے مرتب نہیں کیا جائے گا تب تک یہ قوم اپنی شناخت کے بحران سے دوچار رہے گی

گم ہو جو مختارِ مطلق نے اسے عطا کی ہے۔ وہ عزت نفس کا محافظ ہو اور تقویٰ کا جوہر اس میں سرایت کیے ہوئے ہو۔

اس کے برعکس ہمارا حال یہ ہے کہ ہم نے آرٹس کونسل کو ثقافت سے تعبیر کیا' کرکٹ کے میدان کو اسلامی ثقافت کا مظہر قرار دیا۔ اداکاروں اور گلوکاروں کو فن کار کا خوبصورت نام دے کر عوام کو فریب دینے کی کوشش کی۔ رقص و سرود' عریانی و فحاشی اور تھرکنے و مٹکنے اور مخلوط محفلوں میں سرودِ عیش کو تسکین جاں قرار دیا اور المناک حقیقت یہ ہے کہ تعلیمی نصاب کو ان خطوط پر استوار کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ حضرت اقبال کا دن دھوم دھام سے منانے والے ان کی تعلیمات سے صرف نظر کر چکے ہیں اور ننھے منّے بچوں اور اُمت مسلمہ کے شاہین صفت نوجوانوں کو حسن فرنگ کے عشق میں مبتلا کرنے پر کمربستہ ہو چکے ہیں۔ حکیم الامت نے واضح طور پر کہا تھا کہ ؎

اگرچہ ہے دلکشا بہت حسن فرنگ کی بہار
طائرک بلند بال دانہ و دام سے گزرا!

حور و خیام اور بادہ و جام سے گزر جانے کا سبق فراموش کر دیا گیا ہے۔ خیبر پختونخوا کے وزیر اطلاعات عریاں ثقافت کو بطور مضمون جاری کرنے کے عزم کا اظہار کر رہے ہیں اور کے پی کے وزیر تعلیم کو یہ تک نہیں معلوم کہ ملا اور عالم دونوں بزرگ تر نام ہیں اور دونوں ہی علم کے نور و نکہت کے غماز ہیں۔ اسلامیات اور اردو کی کتب سے تحریک پاکستان کے عظیم کرداروں کو نکال کر اور ان سورتوں اور احادیث سے انہیں صاف کرنا جن سے جہاد کی روح بیدار ہوتی ہے' یہ کارگزاری ایک عظیم المیہ سے کم نہیں۔ جس قوم کی مائیں بسم اللہ پڑھ کر اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہوں کیا کوئی ایسا مکروہ اور تصنع آمیز عمل ان کے دلوں سے اللہ کے نام کو کھرچ سکتا ہے۔ کاش کہ ان بزرجمہروں کو معلوم ہو کہ جبر و قہر سے اور اس طرح کی کراہت آمیز کارروائیوں سے اسلام کا چہرہ نہیں بگاڑا جا سکتا بلکہ ان کا اپنا چہرہ بری طرح مسخ ہو کر رہ جائے گا۔ اس امر کا ادراک نہ کرنا ایک ٹریجڈی سے کم نہیں۔ یہاں تو رہروانِ راہ شوق کا عالم یہ ہے کہ ؎

شوق مری لے میں ہے' شوق مری نے میں ہے
نغمہ اللہ ہو میرے رگ و پے میں ہے

نصاب ان تمام تر سرگرمیوں سے عبارت ہوتا ہے جو کسی تعلیمی ادارے کی نگرانی میں ادارہ کے اندر یا باہر انجام پاتی ہیں۔ جب تک ان تمام تر سرگرمیوں کو اسلام کی روح کے مرتب نہیں کیا جائے گا تب تک یہ قوم اپنی شناخت کے بحران سے دوچار اور کسی واضح جہت اور سمت سے محروم رہے گی۔ قائداعظمؒ نے بھی جدید تقاضوں کو پیش نظر رکھنے کے ساتھ فکر و نظر کو اغیار کا نخچیر ہونے سے باز رہنے کی تلقین کی تھی۔ ناخوب کو خوب بنانے کا طرزِ عمل تباہ کن اور بھیانک ہے ؎

تھا نا جو ناخوب' بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

ضرورت اس امر کی ہے کہ اس عظیم مقصد کو آنکھوں کے سامنے رکھا جائے اور اس عہد و پیمان کو بھی جو ہم نے اللہ سے کیا تھا۔ اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو اللہ کی گرفت سے بچ نہ سکیں گے۔

❁❁❁

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

علماء کرام سے ایک درخواست!

اُمّ طوبیٰ

ان سطور کے ذریعے راقمہ تمام اہل علم سے دردمندانہ درخواست کرتی ہے کہ آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ علم کی روشنی ہے، خدا را اس سے استفادہ کرتے ہوئے اور مزید وقت ضائع کیے بغیر غلبہ و اقامت دین کی جدوجہد کے نبوی مشن اور عظیم سنت رسولؐ کے لیے وسیع پیمانے پر ایک مؤثر، ہمہ گیر اور بھرپور تحریک شروع کیجئے۔

اس مقصد کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے ''میڈیا'' کی طرف توجہ دی جائے، کیونکہ یہ ہر گھر تک رسائی رکھتا ہے۔ یہ ذہن سازی اور کردار سازی میں بہت مدد دے سکتا ہے۔ ''میڈیا کی اصلاح'' کا مشن سامنے رکھتے ہوئے علماء کرام مل بیٹھیں اور غور وفکر اور باہمی مشاورت سے ایک لائحہ عمل ترتیب دیں اور پھر ہیم ورک شروع کریں۔ میڈیا کے اصحاب اختیار پیمرا چینلز اور اشتہاری کمپنیوں کے مالکان، فلمسازوں، ڈرامہ نگاروں، ڈائریکٹرز، پروڈیوسرز اور پالیسی سازوں وغیرہ سے رابطہ قائم کریں۔ فرداً فرداً بھی اُن سے ملاقات کریں۔ حکمت سے ان کو بات سمجھائیں، ان میں احساس زیاں بیدار کریں۔

اگر ہمارے علماء کرام جو روحانی ڈاکٹرز ہیں، ''میڈیا'' کی اصلاح کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں تو یہی میڈیا گھر گھر تعلیم وتربیت کا ایک مؤثر اور عمدہ وسیلہ بن سکتا ہے۔ اس طرح اقامت دین کی راہ بھی ہموار ہو گی ان شاءاللہ۔

''میڈیا'' کے علاوہ دوسرا اہم کام مساجد کو تعلیم وتربیت کا مرکز بنانا ہے۔ اس وقت اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ مساجد کے حقیقی کردار کو زندہ کرنے کے لیے جدوجہد کی جائے۔ ایک مہم اور تحریک کی صورت میں ائمہ مساجد کی فکری تربیت کا اہتمام ہو، تاکہ ہر مسجد لوگوں کی اصلاح اور تعلیم وتربیت کا مرکز بن جائے۔

''میڈیا'' اور ''مساجد'' ہم جیسے نسلی، پیدائشی، بےشعور مسلمانوں کو شعوری اور ذمہ دار مسلمان بنانے میں نہایت اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ یہ ادارے بہت مؤثر انداز میں یہ شعور بیدار کر سکتے ہیں کہ ہمیں سب سے پہلے اپنی اصلاح کے لیے توبہ کرنا ہوگی اور رب کی طرف سچے دل سے رجوع کرنا ہوگا۔ سورۃ ہود آیت 52 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(ترجمہ) : ''اے لوگو! اپنے رب سے مغفرت طلب کرو، پھر اس کے آگے توبہ کرو، وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش برسادے گا اور تمہاری طاقت پر طاقت بڑھائے گا۔ اور مجرم بن کر روگردانی نہ کرو''

آج ہمارے ذہنوں میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ موجودہ حالات دراصل اسلام دشمن قوتوں کی سازش کا نتیجہ ہیں۔ اس میں ہمارا کوئی قصور ہے، نہ ذمہ داری۔ بالکل یہی صورت حال بنی اسرائیل کی تھی۔ وہ بھی اپنے ساتھ پیش آنے والے واقعات کو اپنے جرائم پر اللہ کی طرف سے سزا سمجھنے کی بجائے دوسروں کی سازش قرار دیتے رہے حالانکہ قرآن حکیم یہ بتاتا ہے کہ یہ سب ان کے حق میں تنبیہی سزائیں تھیں۔ اس سوچ کا نقصان یہ ہوا کہ ہم اپنی اصلاح کے لئے رب کی طرف رجوع کرنے، توبہ کرنے اور اپنی ذمہ داری محسوس کرنے کی بجائے دوسری قوموں کے خلاف نفرت اور انتقامی جذبات سے مغلوب، بےصبری، اور غیر ذمہ دار قوم بن کررہ گئے ہیں، جس کو صرف اپنے حقوق یاد رہتے ہیں، فرائض نہیں۔

تیسرا اہم کام جس کے لئے ایک تحریک چلانے کی ضرورت ہے وہ سودی نظام کا خاتمہ ہے۔ جب غیر مسلم قوموں میں سود کی شرح زیرو لیول پر لاسکتی ہیں تو ہمارے لئے اس کے خاتمہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہئے۔ اگر ہمارے علماء کرام اس نظام کے خلاف تحریک چلائیں گے تو ان شاءاللہ عوام بھی ان کا ساتھ دیں گے، اور اللہ کی مدد بھی ضرور آئے گی۔

چوتھا اور اہم ترین کام جو تحریک کی صورت میں کرنا لازمی ہے وہ قرآن حکیم کی تعلیمات کو عام کرنا ہے۔ ہر ممکن طریق سے یہ کوشش کرنی چاہیے کہ قرآن حکیم سے ہمارا حقیقی تعلق قائم ہوجائے۔ اس کے لئے کوئی مثال دینا ممکن نہیں، تاہم اس حوالے سے محترم خرم مرادؒ کی کتاب کا ایک اقتباس پیشِ خدمت ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''1970ء میں مجھے سفر کی غرض سے کیمونسٹ چین سے گزرنا پڑا۔ جیسے ہی جہاز سے اتر کر میں امیگریشن والوں کے پاس پاسپورٹ پر مہر لگوانے کے لئے گیا، امیگریشن والے نے مجھ سے کہا کہ کیا آپ نے ماؤزے تنگ کا وہ بیان سنا ہے جو آج ہی دیا گیا ہے؟ میں نے کہا کہ میں ناواقف ہوں، اس پر اس نے پورا بیان مجھے سنایا۔ اس کے بعد آگے بڑھا، کسٹم والوں کے پاس گیا۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا آپ نے ہمارے چیئرمین ماؤزے تنگ کا بیان سنا ہے۔ میں نے کہا، میں نے تو نہیں سنا، ابھی کچھ جملے امیگریشن والے نے سنائے ہیں۔ اس نے پھر مجھے پورا بیان پڑھ کر سنایا، اور سوٹ کیس پر نشان لگا دیا۔ اس کے بعد ہم ہوٹل جانے کے لئے بس میں سوار ہوئے تو خاتون کنڈیکٹر کھڑی ہوگئیں اور پوچھا کیا آپ لوگوں نے ماؤزے تنگ کا تازہ بیان پڑھا یا سنا ہے؟ اور مجھے ایک بار پھر اس کو سننا پڑا۔ ہوٹل میں داخل ہوئے تو استقبالیہ پر جو خاتون نام درج کر رہی تھیں انہوں نے کہا کہ کیا آپ نے ہمارے چیئرمین ماؤزے تنگ کا بیان سنا ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں اب تو کئی دفعہ سن چکے ہیں، مگر اس نے پھر سنایا۔ کمرے میں خادمہ چائے لے کر آئی تو اس نے بھی یہی پیغام سنایا۔ صبح آنکھ کھلی تو ہوٹل کے ملازمین جگہ جگہ گروہ بنائے بیٹھے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں ایک لال کتاب تھی اور وہ اس کی تلاوت کر رہے تھے۔ میرے دوست نے کہا کہ یہاں پر جب ہسپتال میں کوئی بیمار ہوتا ہے تو اس کے سینے پر یہی لال کتاب رکھی جاتی ہے۔ اس وقت مجھے خیال آیا کہ کوئی زندہ چیز ہو تو معاشرے کا اس سے کیا تعلق ہوتا ہے۔ اس احترام کا قرآن دوسری ہر کتاب سے بڑھ کر حقدار ہے۔ تلاوت آیات کا لفظ قرآن استعمال کرتا ہے، یتلوا علیھم۔ کبھی اس کی شاید یہی کیفیت ہوتی ہوگی۔ دن رات اس کا ذکر اور تلاوت ہوتی ہوگی۔ ہر ملنے والا دوسرے کو بتاتا ہوگا کہ آج تو ہمارے نبی ﷺ پر یہ وحی نازل ہوئی ہے،

باقی صفحہ 11 پر

عدالتی فیصلے اور پاکستان پیپلز پارٹی

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

تجزیہ کار: ایوب بیگ مرزا | میزبان: وسیم احمد

سوال: ایک طویل عرصہ بعد ہماری سپریم کورٹ نے بالآخر وزیراعظم یوسف رضا گیلانی کے خلاف توہین عدالت کا فیصلہ سنا دیا ہے۔ آپ کی اس فیصلے کے بارے میں کیا رائے ہے۔ نیز اس فیصلے پر موجودہ دور میں کیسے عمل درآمد کروایا جاسکتا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: میں سمجھتا ہوں کہ یہ کیس اپنی نوعیت کے اعتبار سے بہت طویل رہا ہے اور شاید ہمارے ججز نے اُن لوگوں کو بھی مطمئن کرنے کی کوشش کی ہے جو عدالتوں پر الزام لگاتے اور یہ سمجھتے تھے کہ ججز پیپلز پارٹی کے مقدموں پر نہایت جلد بازی سے کام لیتے ہیں۔ لہٰذا ججز نے بہت تحمل اور برداشت کا مظاہرہ کیا ہے۔ ججز کی جانب سے جو فیصلہ آیا ہے وہ آئین کی شق 204 کے عین مطابق ہے اور ججز نے اُس فیصلے کو Contempt of Court کے حوالے سے پرویز مشرف دور کے آرڈیننس 2003ء کے سیکشن نمبر 3 کے ساتھ جوڑ کر سنایا ہے۔ ججز نے اس فیصلہ کی دفعہ 63-G1 نافذ کی ہے جس کا disqualification کا معاملہ ہے۔ عمومی حالات میں اگر کوئی عام شخص توہین عدالت کا مرتکب ہوتا ہے تو وہ شخص چھ ماہ کی قید کے ساتھ ساتھ کسی بھی عوامی عہدے پر قائم نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا آپ دیکھیں کہ اس مختصر ترین فیصلہ میں ججز نے عدالت کی برخاستگی تک ملزم کو مختصر سزا دی ہے یعنی ایک علامتی سزا جو کہ بمشکل 30 سیکنڈ بنتی ہے۔ اور اِس مختصر ترین سزا دینے کا مقصد یہ بھی ہے کہ متعلقہ شخص کو آئین کی دفعہ 63-G1 کا سامنا بھی ہے۔ یعنی یہ شخص اب کسی بھی عہدے کے لیے نااہل ہو چکا ہے۔ تفصیلی فیصلہ آنے سے پہلے ہی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ چند مفاد پرست عناصر کی طرف سے اس فیصلہ کے بارے میں پیچیدگی پیدا کی جا رہی ہے۔ جبکہ فیصلہ بالکل واضح ہے۔ اب اس فیصلے کا روٹین کا طریقہ کار یہ ہے کہ اس فیصلے کو سپیکر اسمبلی کے پاس بھیجا جائے کیونکہ یوسف رضا گیلانی وزیراعظم ہونے کے ساتھ ممبر قومی اسمبلی بھی ہیں۔ سپیکر قومی اسمبلی اس فیصلے کو 30 سے زیادہ دن روکنے کی مجاز نہیں ہیں۔ اگر سپیکر قومی اسمبلی اِس کو رد کر دیں تو آئینی طور پر یہ فیصلہ خود بخود الیکشن کمیشن آف پاکستان (E.C.P) کو منتقل ہو جائے گا، اس سارے معاملے میں اسپیکر محض ایک ڈاکیے سے زیادہ اور کچھ نہیں ہوتا۔ الیکشن کمیشن آف پاکستان جو ایک آزاد ادارہ ہے، اِسے 90 دن کے لیے روک سکتا ہے۔ لہٰذا اِس فیصلہ کے بارے میں مکمل صورتِ حال تفصیلی فیصلہ کے بعد واضح ہوگی۔

سوال: اگرچہ وزیراعظم کو عدالت کی جانب سے مجرم قرار دیا جا چکا ہے۔ اب اس صورت حال کے بعد کیا اُن کے پاس بطور وزیراعظم کام کرنے کا قانونی آئینی اور اخلاقی جواز موجود ہے اور ان کی جانب سے یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ اصل فیصلہ سپیکر قومی اسمبلی کریں گی۔ آپ کے خیال میں اس دعوے کی کیا حقیقت ہے؟

ایوب بیگ مرزا: جہاں تک قانونی آئینی اور اخلاقی جواز کا تعلق ہے تو میرے خیال میں صرف ہمارے حکمران ہی نہیں بلکہ تمام سیاستدان اخلاقی جواز کے لحاظ سے بہت پیچھے ہیں۔ جمہوریت کا آئے روز ڈھونڈورا پیٹنے والے لوگوں خاص طور پر ایک اعلیٰ واہم عہدے پر فائز آدمی کا یہ آئینی، اخلاقی بلکہ عقلی لحاظ سے بھی یہ فرض بنتا ہے کہ فوراً سے پہلے اپنے عہدے سے استعفا دے، تاکہ اس کے عہدے یا کرسی کا وزن تحقیق و تفتیش کے معاملے میں حائل نہ ہو۔ جمہوریت کی تاریخ کے 250 سالوں میں کوئی ایک ایسی مثال نہیں ملتی کہ کسی ملک کا چیف ایگزیکٹو جمہوری حوالے سے سزا یافتہ ہو۔ ہمارے حکمرانوں کی اخلاقیات کی اب بات کرنا ہی فضول ہے۔ بلکہ موجودہ حکومت ملک کی ایک اعلیٰ ترین عدالت کے فیصلے کو ہی ماننے سے انکاری ہے بلکہ حکومت نے تو ایک نیا شوشا چھوڑ دیا ہے کہ سپیکر قومی اسمبلی فیصلہ کریں گی جبکہ سپیکر قومی اسمبلی کا کام صرف سپریم کورٹ کے فیصلے کو الیکشن کمیشن آف پاکستان کے پاس پہنچائے۔ اس کے علاوہ اُن کے پاس اور کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔

سوال: پیپلز پارٹی کے رہنما یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جب سے پاکستان میں سپریم کورٹ معرضِ وجود میں آئی ہے اس نے ہمیشہ پیپلز پارٹی کے خلاف فیصلے دیئے ہیں۔ اس ضمن میں وہ ذوالفقار علی بھٹو کی پھانسی کو بھی عدالتی قتل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ پھر وہ یہ بھی کہتے ہیں سپریم کورٹ آف پاکستان نے نواز شریف کو تو بحال کر دیا مگر بے نظیر بھٹو کو بحال نہیں کیا۔ بے نظیر نے سپریم کورٹ کے حوالے سے کینگرو کورٹ کا لفظ بھی استعمال کیا تھا۔ جبکہ موجودہ حکمران شریف کورٹس کا لفظ استعمال کر رہے ہیں۔ یہ بتائیں کہ پیپلز پارٹی کے رہنماؤں کا کورٹس کے خلاف اس طرح کا رویہ کیا معنی رکھتا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اگر آپ غور کریں تو ہر مجرم یا ملزم کو عدالت سے شکایت ہی رہتی ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ نواز شریف کو بحال کر دیا گیا تھا اور بے نظیر کو بحال نہیں کیا گیا تھا تو میں یہ نہیں کہتا کہ نواز شریف کی بحالی یا بے نظیر کی عدم بحالی صحیح تھی۔ دیکھیں عدالتوں یا عام پنچایتوں تک میں یہ اُصول چلتا ہے کہ جب آپ اپنی شکایات یا مقدمات کو عدالتوں میں لے کر جاتے ہیں تو درحقیقت آپ اُن پر اعتماد کرتے ہیں۔ اسی لیے قانونی لحاظ سے حلف نامہ میں لکھنا ہوتا کہ آپ عدالت کا فیصلہ ہر صورت میں قبول کریں گے۔ اگر آپ کو عدالتوں پر اعتماد نہیں ہے تو آپ پہلے ہی عدم اعتماد کا اظہار کیوں نہیں کرتے۔ اس رویے کا مطلب تو یہ ہوا کہ جو فیصلہ اپنے حق میں ہوگا وہ تو قبول ہے اور جو فیصلہ حق میں نہ ہو وہ قبول نہیں ہے۔ جہاں تک ذوالفقار علی بھٹو کی پھانسی کو عدالتی قتل کا نام دینے کا سوال ہے تو اس بارے میں گزارش ہے کہ میں کوئی قانونی یا آئینی ماہر تو نہیں ہوں، لیکن یہ بات بھی ریکارڈ پر ہے کہ جس دن احمد رضا قصوری کے والد کے قتل کا واقعہ ہوا تھا اُس دن ایک F.I.R تھانے میں بھٹو صاحب کے

شریف برادران اگر منی لانڈرنگ میں ملوث رہے ہیں تو شرافت اور اخلاقیات جس کا وہ دعویٰ کرتے ہیں کا تقاضا ہے کہ وہ سیاست کو خیرباد کہہ دیں

خلاف درج ہوئی تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ شاید ججوں نے کسی غیر جانبداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے قانون کو بالائے طاق رکھا ہو یا کسی بھی طرح کے دباؤ میں آ کر فیصلہ کیا ہو۔ لیکن یہ بات بھی سب جانتے ہیں کہ ذوالفقار علی بھٹو احمد رضا قصوری کے بارے میں کیا کچھ کہتے رہے ہیں۔ اس بات سے کون واقف نہیں ہے کہ جب ذوالفقار علی بھٹو نے یہ کہا تھا کہ جو شخص ڈھاکہ اسمبلی کی میٹنگ کے لیے جائے گا تو اُس کی میں ٹانگیں تڑوا دوں گا۔ اُس پر احمد رضا قصوری نے

یہ کہنا کہ بھٹو صاحب کا عدالتی قتل ہوا تھا، میرے خیال میں حقیقت سے منہ موڑنے کے مترادف ہے

ببانگ دھل یہ کہا تھا کہ میں ڈھاکہ جاؤں گا۔ اس طرح ایک اور اہم ثبوت احمد رضا قصوری کے خلاف بھٹو کے ہاتھ کا لکھا ہوا حکم نامہ تھا جسے عدالت کے سامنے لایا گیا تھا۔ اسی طرح اس سارے کیس میں بھٹو کے خلاف وعدہ معاف گواہ خود بھٹو صاحب کا رائٹ ہینڈ شخص تھا۔ دنیا اچھی طرح جانتی ہے کہ وعدہ معاف گواہ کی گواہی تو کیس میں جان ڈال دیتی ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ڈاکٹر نذیر اور خواجہ رفیق کا قاتل کون تھا۔ چلئے، اسے اتفاق ہی سمجھ لیجیے کہ جس دن خواجہ رفیق کا لاہور میں قتل ہوا تھا۔ اُس روز اتفاق سے بھٹو لاہور ہی میں تھے اور اُسی روز ایک اور عام شخص لاہور میں قتل ہوا تھا لیکن جب لاہور ائیر پورٹ پر بھٹو صاحب سے خواجہ رفیق کے قتل کے حوالے سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ کوئی بات نہیں۔ دیکھئے، اس طرح کے بیانات کو چور کی داڑھی میں تنکا کے مترادف سمجھا جاتا ہے۔ لٰہذا یہ کہنا کہ بھٹو صاحب کا عدالتی قتل ہوا تھا یہ سب میرے خیال میں حقیقت سے منہ موڑنے کے مترادف ہے۔ اسی طرح جسٹس مشتاق کا معاملہ ہی دیکھ لیجیے۔ ایک جج کو عدالت میں گالی دی گئی۔ اسی طرح بھٹو صاحب اور بھی بہت سی توہین عدالت کے مترادف حرکات کے مرتکب ہوئے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ اور بہت سے غیر جمہوری اور عدم برداشت کے کام بھی بہت ہوئے ہیں جو کہ ان کے حق میں جانے کی بجائے اُن کے نقصان میں زیادہ جاتے ہیں، لیکن اس کے باوجود میں یہ کہوں گا کہ بھٹو صاحب کے بہت سے کام ملک وقوم کے حق میں نہایت مفید ثابت ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر پاکستان کا ایٹمی پروگرام وغیرہ۔

سوال: توہین عدالت کے حوالے سے سپریم کورٹ کا جو مختصر فیصلہ آیا ہے، اُس حوالے سے پیپلز پارٹی اور اُس کے اتحادی ایک نیا وزیر اعظم لا سکتے ہیں۔ لیکن انھوں نے اس معاملہ پر جیسا واویلہ مچا رکھا ہے اس سے لگتا ہے کہ ایک سیاسی ڈیڈ لاک کی سی صورتحال پیدا ہو جائے گی۔ آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟

ایوب بیگ مرزا: ایک سادہ سے معاملہ کو حکومت اور اس کے اتحادیوں نے انتہائی پیچیدہ بنا دیا ہے۔ اب جبکہ کوئی دوسرا نیا وزیر اعظم آئے گا تو وہ لازمی طور پر حکومت اور اس کے اتحادیوں میں سے ہی آئے گا۔ اپوزیشن میں سے تو کوئی بھی نہیں آ سکتا ہے۔ کیونکہ حکومت کی اکثریت ہے۔ اب فرض کیجئے، سپریم کورٹ نئے وزیر اعظم کو کہتی ہے کہ وہ بھی سوئس حکومت کو خط لکھے اور اگر نیا وزیر اعظم بھی اس معاملے کو طول دینے لگے تو یقینی سی بات ہے کہ تب تک الیکشن آ جائیں گے۔ یعنی الیکشن کا اعلان ہو جائے گا اور یوں وزارتِ عظمٰی ختم ہو جائے گی۔ 20 ویں ترمیم کے مطابق جو عبوری وزیر اعظم آئے گا وہ حکومت اور اپوزیشن کی مرضی سے آئے گا۔ لٰہذا اُنھیں یہ خطرہ ہے اور وہ اِس کا برملا اظہار بھی کر چکے ہیں کہ پیپلز پارٹی کا کوئی بھی وزیر اعظم سوئس حکومت کو خط نہیں لکھے گا۔ اسی طرح اب وہ یہ چاہتے ہیں کہ کوئی دوسرا اُن کو حکومت سے بے دخل کرے، تاکہ وہ دوبارہ سے سیاسی شہید بن کر عوام کو دھوکا دیں یعنی جس طرح بے نظیر بھٹو کی شہادت پر ہمیں ہمدردی کے ووٹ ملے تھے اب زبردستی بے دخل ہونے پر دوبارہ سے ووٹ مل جائیں گے، ورنہ پچھلے چار سالوں میں اس حکومت نے عوام کو دکھوں اور مسائل کے انبار کے سوا کچھ بھی نہیں دیا ہے۔ لٰہذا یہ چاہتے ہیں کہ ملک میں کوئی بڑا بحران پیدا ہو۔ تاکہ ہم دوبارہ نیا سیاسی جنم لے سکیں۔ جان لیجئے، عوام اب اِن تمام ہتھکنڈوں کو سمجھ چکے ہیں۔ موجودہ حالات میں ایسا ہوتا ممکن نظر نہیں آتا۔

سوال: رحمٰن ملک کی جانب سے شریف برادران پر مالی کرپشن کے جو الزامات لگائے گئے ہیں کیا یہ الیکشن اسٹنٹ ہے یا واقعی شریف فیملی ملکی دولت لوٹنے میں ملوث رہی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: پہلی بات تو رحمٰن ملک سے یہ پوچھنی چاہیے کہ اگر آپ کے پاس وزیر داخلہ کی حیثیت سے شریف فیملی کا ہر جرم سامنے آیا تو آپ نے اس جرم کو چار سال تک کیوں چھپائے رکھا۔ لٰہذا پہلے مجرم تو آپ خود ہیں۔ کیونکہ یہی رحمٰن ملک کئی بار یہ کہہ چکے ہیں کہ میاں صاحبان اپنی حدود میں رہیں وگرنہ جو کچھ مجھے معلوم ہے میں وہ تمام باتیں میڈیا کے سامنے کھول دوں گا۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ موجودہ حکومت کو اِس بارے میں سب کچھ پتہ تھا اور اس بارے میں دوسری طرف سے ''ن لیگ'' جو بیان دیتی ہے وہ بھی تسلی بخش نہیں ہے۔ یہ کہنا کہ موجودہ حکومت کے چار سال اور مشرف حکومت کے آٹھ سالوں کے دوران ہمارے اوپر کچھ بھی الزامات ثابت نہیں ہو سکے، لٰہذا یہ اس بات کی گواہی ہے کہ ہم پر تمام الزامات بے بنیاد ہیں، یہ درحقیقت حیلے بہانے ہیں۔ جب مشرف دورِ حکومت میں شریف برادران ایک سال کے اندر اندر ملک نہ آنے کا دس سالہ معاہدہ کر لیا تو مشرف آپ کے خلاف کیا اقدامات کرتا۔ آپ نے تو خود ایک قسم کا N.R.O معاہدہ کر لیا تھا۔ دیکھئے، درحقیقت شریف برادران پچھلے چار سالوں سے موجودہ حکومت کے ساتھ مفاہمتی پالیسی کا کھیل کھیل رہے ہیں۔ بلکہ ایک موقع پر تو نواز شریف نے یہاں تک کہا تھا کہ اگر زرداری کو تمام پارٹیاں بھی چھوڑ جائیں پھر بھی میں نہیں چھوڑوں گا۔ نواز شریف کا یہ بیان آن دی ریکارڈ ہے۔ جہاں تک چودھری شوگر مل کے حوالے سے یہ بات ہے کہ چودھری شوگر مل کو چار کروڑ پچانوے لاکھ کا مہران بینک کی طرف سے جو قرض دیا گیا تھا، اس پر شریف برادران تحریری ثبوت دینے کو تیار ہیں کہ چودھری شوگر مل کے قرضے کی مد میں دس کروڑ اسی لاکھ روپے سود سمیت اُنھوں نے مہران بینک کو واپس لوٹا دیئے تھے۔ اگر یہ بات درست ہے تو یہ شریف برادران پر یہ محض الزام اور بہتان ہے۔ اور بظاہر یہ حکومت کی جانب سے شریف برادران پر جھوٹا بیان ہی دکھائی دیتا ہے۔ البتہ منی لانڈرنگ کے حوالے سے اسحاق ڈار کا ایک بیان حلفی بھی موجود ہے جس پر میاں برادران نے 32 ملین ڈالر بیرون ملک بھیجے تھے۔ اِس حوالے سے حکومت کا یہ کہنا کہ ہمارے پاس اسحاق ڈار کا وہ بیان

جب تک صحیح معنوں میں ہمارے ملک میں خلافت کا نظام قائم نہیں ہوتا، تب تک اس ملک میں سیاسی تخریب کاری اور الزام تراشیاں جاری رہیں گی اور ہم صحیح معنوں میں ترقی کے زینے چڑھنے کی بجائے تنزل کی جانب ہی بڑھتے رہیں گے

حلفی موجود ہے جس میں اُس نے منی لانڈرنگ کا اعتراف کیا ہے۔ لہٰذا اگر شریف برادران اِس سارے معاملے میں ملوث ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ میاں صاحب کو بھی شرافت اور اخلاقیات جس کا وہ دعویٰ کرتے ہیں، کے تحت سیاست کو خیر باد کہہ دینا چاہیے۔ لہٰذا اس فورم کے ذریعہ ہم سپریم کورٹ سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اس کیس کے حوالے سے بھی Suo moto ایکشن لے، تاکہ دونوں اطراف سے معاملات عوام کے سامنے پیش ہوں۔ آزاد عدلیہ سے ہمیں پوری اُمید ہے کہ وہ اِس معاملے میں مکمل انصاف کرے گی۔

سوال: نواز شریف کی جانب سے یہ اعلان ہوا ہے کہ گیلانی حکومت کو گرانے کے لیے وہ تمام حربے استعمال کریں گے۔ انہوں نے Do or die کی بات کی ہے۔ کیا وہ تحریک عدم اعتماد، اسمبلیوں سے استعفا یا پھر لانگ مارچ جیسی صورتِ حال پیدا کر سکتے ہیں۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کیا وہ اس معاملے میں سنجیدہ ہیں اور دوسری طرف عمران خان صاحب نے سونامی مارچ کی بات کی ہے۔ آپ اس سارے سیاسی منظرنامے کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: پیپلز پارٹی کے چار سالہ دورِ حکومت کے دوران نواز شریف صاحب جس انداز کی اپوزیشن کرتے آئے ہیں، اس حوالے سے انہوں نے عوام میں اپنے اعتماد کو کافی حد تک کھو دیا ہے، کیونکہ کئی موقعوں پر اُنھوں نے ایسے بیان دیئے تھے کہ جس سے لوگوں کے اندر یہ تاثر پیدا ہوا تھا کہ اب میاں صاحب صحیح معنوں میں ایک مضبوط اپوزیشن کا کردار ادا کریں گے مگر افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ وہ ایسا کچھ نہ کر سکے۔ لہٰذا پرویز مشرف کے ہاتھوں ڈسے جانے اور موجودہ حکومت کے رویوں کے بعد اب وہ جمہوریت کے بارے میں کافی سنجیدہ دکھائی دے رہے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ افواج اور ایجنسیوں کے بارے میں اُن کا ذہن کافی پراگندہ ہے۔ یعنی یہ چاہتے ہیں کہ اب فوج کو کوئی ایسا موقع نہ دیا جائے کہ وہ سیاست میں کسی بھی طرح مداخلت کر سکے۔ لہٰذا میں ذاتی طور پر یہ سمجھتا ہوں کہ عوام کی نظروں میں اپنا اعتماد دوبارہ بحال کرنے کی غرض سے وہ اب کھل کر زرداری حکومت کے خلاف میدان میں آئیں گے۔ الیکشن بھی سر پر کھڑے ہیں۔ اگر وہ اب بھی ایسا نہیں کرتے تو عوام میں اپنی مقبولیت بہت بری طرح کھو دیں گے، جیسے ملتان میں 300 ووٹوں سے ن لیگ کو شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس کے علاوہ پنجاب میں عمران خان کی بڑھتی ہوئی مقبولیت نے انھیں جس طرح دھکیلا ہے آنے والے وقتوں میں اس طرح کے معاملات اُن کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا اگر انھوں نے Do or die والا معاملہ نہ کیا تو سیاسی لحاظ سے وہ تنزل کا شکار ہونا شروع ہو جائیں گے۔ آخر میں میں صرف یہی عرض کروں گا کہ جب تک صحیح معنوں میں ہمارے ملک میں خلافت کا نظام قائم نہیں ہوتا، تب تک اس ملک میں سیاسی تخریب کاری اور الزام تراشیاں جاری رہیں گی اور ہم ترقی کے زینے چڑھنے کی بجائے آہستہ آہستہ زوال کی جانب بڑھتے رہیں گے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں اور عوام کو صحیح معنوں میں یہ شعور عطا فرمائے کہ ہماری نجات نظامِ خلافت کے قیام میں ہی ہے۔ اُسی میں عوام اور ہم سب کی بھلائی ہے۔

(مرتب: وسیم احمد، بدر الرحمٰن)

☆☆☆

(قارئین اس پروگرام کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی آفیشل ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر خلافت فورم کے عنوان سے اور Youtube.com/khilfatforum پر دیکھی جا سکتی ہے)

بقیہ حرفِ مدعا

آج ہمارے اللہ نے آسمان سے یہ اعلان فرمایا ہے، آج اللہ نے یہ ہدایت فرمائی ہے۔ شاید معاشرے کا اور انسانوں کا اس کتاب کے ساتھ ایسا ہی زندہ تعلق اور کیفیت ہوتی ہوگی، جس کی ایک جھلک میں نے آپ کو دکھائی ہے۔"

("تلاوتِ قرآن کے آداب" صفحہ نمبر 13، 14)

بقول بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ:

"وہ امت جو قرآن کو اقوام و اُمم عالم تک پہنچانے کی ذمہ دار بنائی گئی تھی آج خود اس کی محتاج ہے کہ خود اسے قرآن "پہنچایا" جائے۔ لہٰذا اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ خود امت مسلمہ میں تعلم و تعلیم قرآن (یعنی قرآن سیکھنے سکھانے) کی ایک رَو چل نکلے اور مسلمان درجہ بدرجہ قرآن سیکھنے اور سکھانے میں لگ جائیں۔"

("مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق" صفحہ: 50)

اگر ان شعبوں میں محنت کی جائے تو قوی امید ہے کہ ملت اسلامیہ پاکستان کی ایک قابل ذکر تعداد فریضۂ اقامت دین کی جدوجہد کے لیے تیار ہو سکے گی۔

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ العزیز "دفتر تنظیم اسلامی بلوچستان 370-12/2-2 بالائی منزل بالمقابل کوالٹی سویٹس، منان چوک، شاہراہ اقبال، کوئٹہ" میں

نقباء و اُمراء تربیتی و مشاورتی کورس

25 تا 27 مئی 2012ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار ظہر)

کا انعقاد ہو رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ امراء و نقباء اس میں شامل ہوں، موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں۔

برائے رابطہ: 081-2842969 / 0300-3820028

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت (042) 36316638-36366638
0333-4311226

محمد بن قاسمؒ......فاتح سندھ

تحریر وتحقیق: فرقان دانش

تعلیم وتربیت

محمد بن قاسم کا پورا نام امداد الدین محمد تھا۔ وہ 75 ہجری بمطابق 694ء میں طائف میں پیدا ہوئے۔ والد کا بچپن میں ہی انتقال ہوگیا۔ والدہ نے بچے کی اخلاقی تربیت اور دینی تعلیم پر خوب توجہ دی۔ محمد بن قاسم کو شہ سواری اور فن سپہ گری کی تربیت کے لیے والدہ نے اپنی بہن کے پاس عراق بھیج دیا جو حجاج بن یوسف ثقفی کی اہلیہ تھیں۔ حجاج بن یوسف عراق کا گورنر رشتے میں محمد بن قاسمؒ کا خالو تھا اور سگا چچا بھی۔ حجاج نے بچپن ہی میں اندازہ لگالیا تھا کہ یہ لڑکا ایک قابل سپہ سالار بنے گا۔ اسی لیے وہ ابن قاسم کو جنگی مہمات میں ساتھ رکھتا تھا۔ اسی تربیت کا نتیجہ تھا کہ جب قتیبہ بن مسلم جہاد کے لیے خراسان، خوارزم اور ترکستان روانہ ہوئے تو محمد بن قاسمؒ کو بھی ان کے ساتھ بھیجا گیا۔ وہاں ان کی ذہانت، دلیری اور فن سپہ گری میں مہارت سے متاثر ہو کر قتیبہ بن مسلم نے انہیں اپنا نائب مقرر کرلیا۔

90 ہجری/708ء میں حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسمؒ کو کردوں کے مقابلے میں سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ اس وقت ان کی عمر صرف پندرہ سال تھی۔ کردوں نے ایران میں بغاوت کی تھی۔ محمد بن قاسم نے نہ صرف کردوں کو شکست دی بلکہ اصطخر اور دوسرے علاقوں کو فتح کرتے ہوئے جرجان کی طرف بڑھے۔ محمد بن قاسمؒ نے شیراز میں جو ایک معمولی سی چھاؤنی تھا، ایک خاص نقشے کے تحت شہر کی بنیاد ڈالی اور شیراز کو بڑی رونق دی۔ اتنی کم عمری میں ایران کے اہم علاقوں کی فتوحات اور حکمرانی اور نئے شہروں کی بنیاد ڈالنا نہ صرف محمد بن قاسمؒ کی قابلیت کا اظہار ہے بلکہ مؤرخین کو ورطۂ حیرت میں مبتلا کردیتا ہے۔

محمد بن قاسمؒ ایران میں مصروفِ عمل تھے کہ حجاج بن یوسف نے ان کے کارناموں کے پیش نظر شہر ''رے'' کے فتح کرنے کے احکام بھیجے۔ احکام ملتے ہی محمد بن قاسم ''رے'' کی مہم کے لیے تیاریوں میں مصروف ہوگئے۔ اس دوران میں سندھ کا معاملہ پیش آ گیا۔ چنانچہ حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو حکم دیا کہ تم ''رے'' کی بجائے سندھ کا رُخ کرو۔

سندھ پر حملے کا پس منظر

یہ واقعہ خلیفہ ولید بن عبدالملک کے دورِ حکومت میں پیش آیا۔ اس دور میں لنکا عربوں کا تجارتی مرکز تھا اور وہاں عربوں کی خاصی آبادی تھی۔ عرب لنکا یا سراندیپ کو سیلان کہتے تھے۔ انہی دنوں حجاج بن یوسف کو خبر ملی کہ لنکا سے عرب تاجروں کا جو جہاز عراق آ رہا تھا، اسے سندھ کی بندرگاہ دیبل کے قریب راجہ داہر حاکم سندھ کے سپاہیوں نے لوٹ لیا اور عرب عورتوں اور بچوں کو گرفتار کرلیا۔ حجاج بن یوسف نے راجہ داہر کو خط لکھا کہ ڈاکوؤں کو سزا دے کر ہمارے قیدیوں کو رہا کردو اور ان کا مال واسباب واپس کرو۔ راجہ داہر نے جواب دیا کہ یہ کام سمندری ڈاکوؤں کا ہے اور ان پر میرا کوئی بس نہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ ان قیدیوں میں سے ایک عورت نے حجاج کو کسی ذریعے سے ایک خط بھجوایا تھا اور لکھا کہ ہم مظلوموں کی مدد کرو۔ چنانچہ حجاج نے داہر کا جواب ملنے کے بعد خلیفہ سے اجازت لے کر سندھ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ سندھ پر حملے کے لیے سب سے پہلے چھ ہزار کے لشکر کے ساتھ عبداللہ اسلمی کو بھیجا گیا، مگر انھیں کامیابی نہ ہوئی۔ اس کے بعد گورنر عمان بدیل بن طہفہ کی سرکردگی میں چھ ہزار کا لشکر بھیجا گیا۔ مقامی لوگوں نے اسے بھی باآسانی شکست دے دی۔ اب حجاج کو معلوم ہوا کہ جس مہم کو وہ اتنا آسان سمجھ رہا تھا وہ بہت مشکل ہے۔ لہٰذا اس نے بڑے پیمانے پر جنگی تیاریاں شروع کردیں۔ سپہ سالاری کے لیے اس کی جہاندیدہ نظر نے محمد بن قاسم کا انتخاب کیا جو صرف سولہ یا سترہ برس کا تھا۔ بعدازاں وقت نے ثابت کیا کہ حجاج کا یہ انتخاب بالکل درست تھا۔ حجاج نے اس منظوری کے لیے محمد بن قاسم کو دارالخلافہ دمشق بھیجا۔ محمد بن قاسم نے بڑی قابلیت سے خلیفہ ولید بن عبدالملک کو اس مہم کی اہمیت سے آگاہ کیا اور حجاج کی طرف سے وعدہ کیا کہ اس مہم کے اخراجات کے لیے جتنا روپیہ حکومت دے گی، اس سے دگنا واپس کیا جائے گا۔ خلیفہ محمد بن قاسم سے بہت متاثر ہوا اور اس نے مہم کی منظوری دے کر دو ہزار مجاہدین کا لشکر ساتھ کیا۔ محمد بن قاسم چچا کے پاس بصرہ واپس آئے تو اس نے اپنی بیٹی کی شادی اس کے ساتھ کر دی اور محمد بن قاسم کو سندھ پر حملے کی تیاریوں کا حکم دیا۔

سندھ کی تاریخ

اس وقت سندھ کا راجہ داہر تھا اور اس کے ماتحت اکثر راجے اور سردار ہندو تھے۔ دریائے سندھ کے مشرقی حصہ ملتان وغیرہ میں عوام کی اکثریت ہندو تھی۔ بدھ مت کے لوگ اقلیت میں تھے۔ البتہ دریائے سندھ کے مغربی کنارے کے علاقے میں زیادہ تر حکمران اور رعایا بدھ مت سے تعلق رکھتے تھے۔ ہندوؤں نے ذات پات کی بنا پر انھیں نچلے درجے میں رکھا ہوا تھا۔ راجہ داہر کی حکومت میں سندھ چھ صوبوں میں منقسم تھا۔ اوج، متھیلو، مود، سورائے، دیبل، نیرون، سبی، بھمن آباد، بیلہ، سکلندہ اور ملتان مشہور قلعے تھے۔ سندھی سپہ سالار عیش پسند اور آرام طلب تھے، لیکن اپنی آبرو کی خاطر جان کی بازی لگانا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ سندھ میں مقیم بدھ مت کے پیروکار عوام زیادہ تر جاٹ اور مید قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ بہادر اور لڑاکا قوم تھی۔ انہی لوگوں نے سکندر کو پریشان کیا تھا۔ محمد بن قاسم کے حملے کے وقت یہی لوگ بڑی رکاوٹ ثابت ہوئے۔

محمد بن قاسم کی روانگی

دمشق سے خلیفہ نے دو ہزار مجاہدین محمد بن قاسم کے ہمراہ بھیجے تھے جبکہ بصرہ کے گرد ونواح سے تقریباً دو ہزار مجاہدین مزید مل گئے۔ حجاج بن یوسف جان چکا تھا کہ سابقہ ناکامیوں کے کیا اسباب تھے۔ لہٰذا اس نے محمد بن قاسم کو شیراز میں قیام کر کے فوج کو منظم کرنے کا حکم دیا۔ محمد بن قاسم کئی برس حجاج کے ساتھ رہ کر سیکھ چکے تھے کہ فوج کو محنت کا عادی اور سخت جان ہونا چاہیے۔ محمد بن قاسم نے دستوں کو منظم کیا۔ اس دوران پرچہ نویسوں اور شہ سواروں کے ذریعے سندھ کے حالات اور راستوں سے متعلق معلومات جمع کی گئیں۔ ہندوستان میں پائے جانے والے امراض کی دوائیں بھی ساتھ رکھ لی گئیں۔ ان انتظامات میں چھ ماہ لگ گئے۔ تاہم اب فوج میں چھ ہزار گھڑ سوار، چھ ہزار شتر سوار اور تین ہزار

بار برداری کے اونٹ تھے۔ 711 عیسوی میں محمد بن قاسم خشکی کے راستے ایران سے ہوتے ہوئے مکران پہنچے۔ جبکہ حجاج نے ایک بحری بیڑے کے ذریعے پانچ عدد منجنیق روانہ کیں۔ ان میں ایک ''عروس'' نامی منجنیق اتنی بڑی تھی کہ اسے پانچ سو آدمی چلاتے تھے۔ منجنیق ایک ایسی مشین تھی جو بڑے پتھر غلیل کی طرح دور تک پھینکنے کے کام آتی تھی۔ یہ اسلحہ ''سوم میانی'' کی غیر اہم سی بندرگاہ پر اُتارا گیا تاکہ دشمن کی نظر میں نہ آئے۔

مکران کا دارالخلافہ پنج گور تھا۔ یہاں چند ماہ قیام کے بعد محمد بن قاسم دیبل کی طرف بڑھے۔ راستے میں لس بیلہ کا خطرناک اور دشوار گزار پہاڑی علاقہ تھا۔ یہاں کی ہندی فوج اور مقامی لوگوں نے جو 25 ہزار کے قریب تھے، مزاحمت کی۔ ہندی فوج نے ایسی بہادری سے لڑائی کی کہ مسلمان فوج پریشان ہوگئی۔ ہندی گوریلے چھپ کر بار برداری کے جانوروں اور مجاہدین پر کاری حملے کر رہے تھے۔ محمد بن قاسمؒ نے مشتہر کر دیا کہ مسلمان فوج اب ساحل کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنا چاہتی ہے، جہاں ایک بحری بیڑا ان کی مدد کے لیے تیار ہے۔ دوسری طرف محمد بن قاسم نے فوج کے دو حصے کیے۔ بڑے حصے کی قیادت محمد بن ہارون کے حوالے کی اور خود ایک دستہ کے ہمراہ جنگل میں چھپ گئے۔ ہندی سپہ سالار اس چال کو نہ سمجھ سکا۔ اسے جب معلوم ہوا کہ مسلمان فوج ساحل کی طرف کھلے میدان کی طرف بڑھ رہی ہے تو وہ قلعے میں تھوڑی سی فوج چھوڑ کر مسلمان فوج کو کھلے میدان میں شکست دینے کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ صبح ہوتے ہی محمد بن قاسم قلعے کے باہر آکر چھپ گیا اور اپنے گھوڑوں کو بھی چھپا دیا۔ رات کے وقت محمد بن قاسم نے قلعے پر چڑھائی کی تو بلا کسی مزاحمت کے قلعہ پر اُن کا قبضہ ہوگیا۔ ہندی فوج جو مسلمان فوج سے برسر پیکار تھی اُسے قلعہ کے ہاتھ سے نکلنے کی اطلاع ملی تو ہندی سپہ سالار نے فوج کو اکٹھا ہو کر قلعے کی طرف لوٹنے کا حکم دیا۔ بالآخر مسلمان اور ہندی فوج میں گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ جب ہندی سپہ سالار زخمی ہوگیا تو ہندی فوج کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ ہندی فوج کی شکست کے بعد محمد بن قاسم نے اپنی اور ہندی فوج کے زخمیوں کو جمع کیا اور ہندو زخمیوں کا بھی پورا خیال رکھا۔ جو ہندی سپاہی قید ہوئے تھے انھیں نہتا کر کے رہا کر دیا۔ زخمیوں کو صحت یاب ہونے کے بعد جن میں ہندو سپہ سالار بھی تھا، رہا کر دیا گیا۔ محمد بن قاسم کے اخلاق کے باعث کئی ہندو سپاہی ان کی فوج میں شامل ہو گئے۔ بیلہ کے مقام پر محمد بن ہارون بیمار ہو کر انتقال کر گئے اور وہیں دفن ہوئے۔

محمد بن قاسم بیلہ میں کئی ہفتے قیام کرنے کے بعد دیبل کی طرف بڑھے۔ دیبل شہر کے گرد مضبوط فصیل اور خندق تھی، جس میں پانی بھرا ہوا تھا۔ شہر کے اندر سامان وافر تھا اور محصورین کئی ماہ کی ضروریات کے لیے کافی تھا۔ دیبل کے زیادہ تر باشندے بدھ مت کے پیرو تھے۔

جب سومیانی کی بندرگاہ سے بھاری اسلحہ اور سامان محمد بن قاسم کو ملا تو اس نے دیبل کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا۔ کئی ہفتے کے محاصرے کے بعد بھی اہل شہر باہر نہ نکلے۔ اگر کوئی عرب سپاہی فصیل کے قریب پہنچنے کی کوشش کرتا تو دیبل کی فوج کے اہلکار جلتی ہوئی مشعلیں ان پر پھینکتے۔ مسلمان فوج کی طرف سے شہر پر منجنیق سے بڑے بڑے پتھر برسائے گئے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔

آخر کار محمد بن قاسم نے شہر سکندر کے گنبد پر لگے جھنڈے کو نشانہ بنانے کا حکم دیا۔ جب سرخ جھنڈا زمین پر آ رہا تو محصورین نے اسے بُرا شگون جان کر قلعے سے باہر نکل کر لڑنے کا فیصلہ کیا۔ محمد بن قاسم نے یہ دیکھ کر اپنی فوج کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا۔ دیبل کی فوج نے پیچھا کیا۔ جب یہ قلعے سے کافی دور نکل آئے تو محمد بن قاسم نے اپنی فوج کے دوسرے حصے کو لے کر ان کے پیچھے سے حملہ کر دیا۔ آخر کار دشمن نے ہتھیار ڈال دیے اور صلح کی درخواست کی۔ محمد بن قاسم نے ان کے ساتھ رحم دلی، مروت اور رواداری کا سلوک کیا۔ فتح کے بعد محمد بن قاسم نے شہریوں کو جمع کر کے خطبہ دیا: ''میں ظالم فاتح نہیں، بلکہ میں تمہیں ظالموں سے نجات دلانے آیا ہوں۔ اسلام خلق خدا سے اچھا سلوک کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ لہٰذا ہم مسلمان کسی پر زیادتی نہیں کرتے، البتہ جو حق کا دشمن ہے، اس کو روکنا ہمارا فرض ہے۔'' اس کے بعد یہ عہد نامہ لکھا گیا: ''خلیفۃ المسلمین کی جانب سے اہل دیبل کے عوام، اُن کے مال، کنبوں اور عبادت گاہوں کو اس وقت تک امان حاصل ہے جب تک وہ عہد کی پاسداری کریں اور جزیہ دیتے رہیں۔''

شہریوں نے جب دیکھا کہ مسلمان عربی فوج نے کوئی لوٹ مار نہیں کی، تو انھوں نے خراج کے طور پر کثیر رقم پیش کی۔ جس میں سے کافی حصہ محمد بن قاسم نے قرضے کی پہلی قسط کے طور پر مرکزی حکومت کو بھیجا اور باقی ماندہ دولت لشکر میں تقسیم کر دی۔ محمد بن قاسم نے یہاں ایک خوبصورت مسجد بنوائی اور چار ہزار عربوں کو آباد کیا۔ ان میں وہ قیدی بھی تھے جنھیں چھڑانے وہ یہاں آیا تھا۔

راجہ داہر کی سلطنت کا دارالخلافہ راوڑ تھا، جبکہ دیبل اس کی سلطنت کی مشہور بندرگاہ تھی۔ راجہ داہر دیبل کے ہاتھ سے نکلنے پر بہت غضبناک ہوا اور محمد بن قاسم کو ایک طویل خط میں ڈرا دھمکا کر واپس جانے کو کہا۔ محمد بن قاسم نے جواباً لکھا کہ میں تمہارے بہادروں سے لڑنے کے لیے بے قرار ہوں اور جلد آ رہا ہوں۔

محمد بن قاسم کی نیک نامی اور خدا ترسی کی آس پڑوس کے علاقوں میں خوب شہرت ہوگئی تھی۔ محمد بن قاسم نے دیبل سے نیرون کی طرف کوچ کیا، تو یہ بلا مزاحمت زیر ہوگیا۔ نیرون میں چند روز قیام کے بعد محمد بن قاسم سہوان کی طرف بڑھے تو شہر لہرج کے عوام نے خوشی سے اطاعت قبول کر لی۔ سہوان کا حاکم راجہ بجرا تھا۔ وہ کچھ دن شہر میں محصور رہا لیکن اسے خوف ہوا کہ عوام اسے قتل نہ کر دیں تو وہ فرار ہو کر سبی کے راجہ کاکا کے پاس چلا گیا۔ سہوان کے عوام نے قلعے کے دروازے کھول دیے۔ یہاں سے محمد بن قاسم چنہ، نیرکوٹ اور خضدار سے ہوتا ہوا سبی کی طرف روانہ ہوا۔

سبی کے راجہ کاکا کو اس کے بعض ہم مذہبوں نے مسلمانوں سے صلح کا مشورہ دیا۔ لیکن کاکا نے فیصلہ کیا کہ وہ فوج کو سبی سے دور لے جا کر محمد بن قاسم کا مقابلہ کرے گا۔ جبکہ بجرا نے سبی کے قلعہ میں محصور رہنے کا فیصلہ کیا۔ راجہ داہر نے کاکا کی مدد کے لیے ایک بڑا لشکر بھیجا۔ کاکا کی فوج نے بلیان یا بندھان کے مقام پر رات کے وقت شب خون مارنے کا فیصلہ کیا لیکن ہوا یہ کہ اس کی فوج رات کے وقت اندھیرے میں بھٹک گئی۔ اور وہ مسلمان فوج کی طرف پہنچنے کے بجائے سبی کے قریب پہنچ گئی۔ یہ معاملہ ان کی بددلی کا سبب بنا۔ راجہ کاکا نے حالات کا اندازہ کر کے مقامی لوگوں کے مشورے پر مسلمانوں سے صلح کر لی۔ اس کے بعد محمد بن قاسم نے سبی کا محاصرہ کر لیا۔ راجہ بجرا کے پاس بہت بڑی فوج تھی۔ سخت مقابلے کے بعد سبی کا قلعہ فتح ہوگیا۔ اس موقع پر بھاگنے والوں کو غلام بنا لیا گیا۔ بے شمار مال غنیمت حاصل ہوا۔ محمد بن قاسم نے اس بار مال غنیمت کے ساتھ غلام بھی عراق بھیجے۔

(جاری ہے)

تین فیصلے

اوریا مقبول جان

ہر جائز و ناجائز طریقے سے دولت اکٹھی کر کے اپنی اور آنے والی نسلوں کی زندگیاں محفوظ کرنے کی رسم نئی نہیں ہے۔ ایسے کردار تاریخ میں جا بجا ملتے ہیں۔ ان کے عیش و عشرت کی کہانیاں بھی تاریخ کا حصہ ہیں اور دردناک انجام کے قصے بھی تواتر کے ساتھ زبان زد عام ہیں۔ یوں تو شاید ہی کوئی ایسا ہو جس نے دولت جمع کی، تکبر کے ساتھ زندگی گزاری، بددیانتی اور جرم کو سہارا بنایا تو اس کے در و دیوار اور مدفنوں پر خاک نہ اُڑتی ہو۔ آثار قدیمہ کے خاک اُڑاتے مناظر ایسے ہی لوگوں کی عبرتناک کہانیاں بیان کرتے ہیں۔

ان المناک انجام کے امین لوگوں کا رہتی دنیا تک علامت کے طور پر رہ جانے والا ایک قصہ قارون کا ہے۔ بنی اسرائیل کا دولت مند ترین فرد، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی۔ اس نے یہ تمام دولت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے تین مختلف خطوط میں درج مختلف قسم کی گھاس سے بنائی، جس کے متعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جبریل علیہ السلام نے آکر بتایا تھا کہ ان کو ملایا جائے اور اگر اسے تابنے پر رکھو تو سونا بن جائے گا، پیتل پر رکھو تو چاندی۔ یہ کیمیا گری حضرت جبریل علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی قوم کی غربت کے خاتمے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سکھائی تھی، لیکن قارون نے اس امانت میں خیانت کرتے ہوئے، اس راز کو جان کر ساری دولت اپنے لیے اکٹھا کرنا شروع کر دی۔ پھر اس قدر مالدار ہو گیا کہ پورے علاقے میں کوئی ایسا نہ تھا۔ دولت اور وہ بھی اتنی آسانی سے میسر آنے والی، اس کا کمال یہ ہوتا ہے آدمی اسی دولت کے تحفظ کے لیے اپنے اتحادی پیدا کرتا ہے۔ قارون نے بھی بنی اسرائیل میں بہت سے ایسے اپنے ساتھ کر لیے تھے جو اسی کی طرح اکڑ اکڑ کر چلتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کا تمسخر اُڑاتے تھے۔ یوں بنی اسرائیل واضح دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ اپنی اس دولت جس پر وہ بہت فخر کرتا تھا، اس کے بارے میں قرآن اس کا ایک فقرہ بتاتا ہے: ''ایسی دولت تو میں نے اپنے ہنر سے کمائی ہے۔'' ایسی دولت کا کمال یہ ہوتا ہے کہ آدمی کسی بھی عزت دار شخص کی عزت سے کھیلنے لگتا ہے، تاکہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ اس حمام میں سب ایک جیسے ہیں۔ یوں اس نے بنی اسرائیل کی ایک خوبصورت خاتون کو دولت کا لالچ دے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تہمت لگانے کے لیے تیار کیا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھیوں سمیت بھلائی کی باتیں کر رہے تھے، ایسے میں قارون بھی اپنے غرور میں مگن ساتھیوں کے جلو میں وہاں آ پہنچا۔ تاریخ بتاتی ہے اس کی آمد اور کر و فر آج کے وی آئی پی قافلے سے کم نہ ہوتا تھا۔

یہاں میرے رب کی تائید اور نصرت کا آغاز ہوتا ہے۔ اسے تکبر اس قدر ناپسند ہے کہ وہ زمین پر اکڑ کر چلنے سے بھی منع کرتا ہے۔ جب قارون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا: خاتون سے ناجائز تعلقات کی سزا کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ''سنگساری''۔ کہنے لگا: ''پھر تمہارے خلاف تو گواہ بھی موجود ہے۔'' لیکن ایسے میں میرے اللہ نے اس عورت کے دل میں ایسا خوف پیدا کر دیا کہ سب راز اُگل دیا۔ اب وہ غیظ و غضب اور اللہ کا عذاب نازل ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زمین پر اختیار دے دیا گیا اور آپؑ نے زمین کو حکم دیا کہ اس کو نگل لے۔ قارون زمین میں دھنسنے لگا۔ پھر آپؑ نے کہا: ''اس کے اوپر اس کے خزانے اور سونا چاندی بھی رکھ دو اور زمین میں اس کے عظیم الشان محل کو بھی میرے اللہ نے دھنسا دیا۔ اس کے اس انجام کو دیکھتے ہی اس کے ساتھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جانب پلٹ گئے۔'' ناجائز دولت اور تکبر کی یہ ایک مثال ایسی ہے جو ایک فرد پر صادر ہے۔ اس پر اللہ کے عذاب کو برحق ہونا ثابت کرتی ہے۔ یہ عذاب دنیا میں بھی آسکتا ہے اور اگر آدمی ساری زندگی عیش و عشرت میں گزار کر بھی اس جہان فانی سے چلا جائے، تو آخرت کا دردناک عذاب اس کا انتظار کر رہا ہوتا ہے۔

جب اس ناجائز ذرائع سے دولت کمانے اور بے ایمانی کو سکہ رائج الوقت قرار دینے کے لیے کسی قوم کی اکثریت اپنے پورے ''جمہوری حق'' سے کھڑی ہو جائے تو پھر پوری قوم یوں غرق ہوتی ہے کہ عبرت بنا دی جاتی ہے۔ تمام الہامی کتابیں اور تاریخ اس بات پر شاہد ہے، اللہ کا عذاب کبھی اس بات پر قوموں پر نازل نہیں ہوا کہ وہ لوگ عبادات میں کوتاہیاں کرتے تھے، بلکہ اس بات پر بھی نازل نہیں ہوا کہ وہ سرے سے اس کا انکار ہی کر دیں اور اللہ کو اس کائنات کا مالک حقیقی نہ مانیں۔ اس لیے کہ وہ قادر ہے اور اس نے اس جزا و سزا کے لیے ایک اور جہان رکھا ہوا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص یا قوم اس کے بتائے اور بنائے ہوئے زندگی کے اصولوں سے مجموعی طور پر یا اکثریت میں انحراف کرنے لگے تو پھر اس کا فیصلہ اٹل ہو جاتا ہے۔ ایسے میں یا تو قوم کو قارون کے ساتھ غرق ہونا پڑتا ہے یا پھر اس کا ساتھ چھوڑ کر عذاب سے بچنا۔

قرآن مجید حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم اہلِ مدین کا قصہ بیان کرتا ہے، کم تولنا اور ناپ تول میں گڑبڑ کرنا جن کا شعار تھا۔ اللہ نے جہاں لوگوں سے کہا: ''میں نے قرآن نازل کیا۔'' وہاں ایک اور چیز بھی نازل کی، وہ ہے: ''میزان''، یعنی عدل کرو۔ پورے مدین میں شعیب علیہ السلام ہی عدل کے لیے پکار رہے تھے لیکن پوری قوم کہتی تھی کہ ''ہم دیکھتے ہیں کہ تم لوگوں میں کمزور ہو اور اگر تیرے بھائی بند نہ ہوتے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیتے۔'' (ہود: 91) ہم نے ایک اکثریت سے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ کم تولنا اور ناپ تول میں گڑبڑ سکہ رائج الوقت ہے۔ ہماری اکثریت نے اسے ''آئینی تحفظ'' دے دیا ہے۔ تم کون ہوتے ہو، اُسے روکنے والے۔ جب یہ معاملہ ہو گیا اور اللہ کے اصول انصاف اور عوام کے درمیان مقابلہ ٹھہرا تو پھر اللہ تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام کو حکم دیا ہے کہ اپنے ایک ہزار سات سو لوگوں کو جو تیرا ساتھ دیتے ہیں، کو لے کر بستی سے تین کوس باہر چلے جاؤ اور پھر لوگوں نے صرف ایک چنگھاڑ سنی اور بستی کی بستی غرق کر دی گئی۔ مدین آج بھی عبرت کی علامت کے طور پر زندہ ہے۔ ایک فیصلہ وہ ہے جو عدالتیں کرتی ہیں۔ ایک فیصلہ عوام کرتے ہیں اور پھر ایک فیصلہ میرا اللہ کرتا ہے، جو دنیا کے نقشے پر ثبت ہے۔ تاریخ میں تینوں فیصلے زندہ ہیں۔ عدل کے نام سے، اکثریت کے تکبر کے نام سے اور عبرت کے نام سے۔

(بشکریہ ہفت روزہ ''ضربِ مومن'')

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

امیر تنظیم اسلامی کے سالانہ دورۂ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کے سلسلہ میں پروگرام

ہفتہ 31 مارچ 2012ء امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید اور ناظم اعلیٰ اظہر بختیار خلجی حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کے ایک روزہ دورے پر پشاور تشریف لائے۔ بعد نماز عصر مرکزی شوریٰ کے لیے ملتزم رفقاء سے رائے لی گئی۔ اس سے پہلے ناظم اعلیٰ اظہر بختیار خلجی نے وائٹ بورڈ کی مدد سے مرکزی عاملہ، توسیعی عاملہ، مرکزی شوریٰ، توسیعی مشاورت اور صاحب امر حضرات کا تعارف تنظیم کے نظم شورائیت کے حوالے سے کروایا اور دلچسپ انداز میں ملتزم رفقاء پر رائے کی اہمیت واضح کی۔ انہوں نے کہا کہ بیعت کے نظام میں کبھی اکثریت کے خلاف بھی امیر کا فیصلہ آ سکتا ہے اور ایسے فیصلے کا بھی دلی آمادگی سے ماننا بیعت سمع وطاعت کا تقاضا ہے۔

بعد نماز مغرب ناظم حلقہ قاری خورشید انجم نے حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کی سال 2011ء کی کارگزاری کے حوالے سے Presentation دی۔ انہوں نے بتایا کہ حلقہ کے کل 236 رفقاء میں سے 124 منظم اور 112 منفرد ہیں۔ ملتزم رفقاء صرف 61 ہیں۔ حلقہ کے زیر انتظام چار تنظیم پشاور میں اور ایک تنظیم نوشہرہ میں جبکہ ایک منفرد اُسرہ کلپانی کا کر رہا ہے۔ تنظیم کی سطح پر ماہانہ تربیتی اور ہفتہ وار اُسرہ جاتی پروگراموں کا انعقاد تقریباً 58 فیصد ہے۔ ذیلی تنظیم کے زیر اہتمام 8 ہفتہ وار اور ایک روزانہ کی بنیاد پر حلقہ جات قرآنی قائم ہیں۔ نائب ناظم اعلیٰ میجر (ر) فتح محمد نے ناظم بیت المال کی حیثیت سے گوشوارے پیش کرنے سے پہلے اس خواہش کا اظہار کیا کہ کوئی رفیق تنظیم رضا کارانہ طور پر مالیات کے شعبے کی ذمہ داری سنبھال لے۔ پھر مالیات کی تفصیلات کا اجمالاً ذکر کیا۔

امیر محترم نے اپنے مختصر مگر پر اثر اور جامع خطاب میں ''سورۃ العصر'' کے حوالے سے رفقاء کو یاددہانی کروائی اور شعوری طور پر اپنے فرائض کی ادائی کی تلقین کی۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ ہر رفیق تنظیم حقیقی داعی الی اللہ بنے۔ حاضرین نے اپنے سوالات و اشکالات امیر محترم کے سامنے رکھے، جس کے انہیں تسلی بخش جوابات دیے گئے۔ بعد نماز عشاء سوال و جواب کی نشست جاری رہی اور پھر نئے شامل ہونے والے 11 رفقاء کے علاوہ 13 پرانے رفقاء نے بھی ''بیعت مسنون'' کی روح پرور تقریب میں شرکت کی اور باقی ہال میں موجود افراد نے اس روح پرور نظارے سے روحانی تقویت و بالیدگی حاصل کی۔ بیعت مسنون کے بعد ناظم حلقہ قاری خورشید انجم نے امیر محترم و ناظم اعلیٰ کا خصوصی شکریہ ادا کیا۔ دُعا کے بعد سب نے مل کر رات کا کھانا کھایا۔ بعد ازاں تمام مقامی امراء کی علیحدہ ملاقات حلقہ کے دفتر میں ہوئی، جہاں امیر محترم نے سب سے فرداً فرداً تفصیلی ذاتی تنظیمی اور دعوتی پیشرفت کا جائزہ لیا اور پیش آمدہ مسائل کے حل کے لیے مشورے اور ہدایات دیں۔ اگلے دن امیر محترم اور ناظم اعلیٰ علی الصبح حلقہ مالاکنڈ روانہ ہوئے۔

بعد نماز فجر راقم الحروف نے سورۃ التوبہ کی آیت 24 کے حوالے سے ترازو کی مثال سامنے رکھتے ہوئے اللہ، اس کے رسول ﷺ اور جہاد فی سبیل اللہ کے پلڑے کو جھکانے کے لیے مثالیں بیان کیں اور ایک رفیق تنظیم کی خصوصی ذمہ داریوں کی یاددہانی کروائی۔ آٹھ بجے حلقہ کے ناظم تربیت انجینئر یوسف علی نے ''دعوت کی ضرورت و اہمیت'' کو نہایت سادہ انداز میں وائٹ بورڈ کی مدد سے واضح کیا۔

نو بجے مردان سے آئے ہوئے دیرینہ رفیق تنظیم ڈاکٹر حافظ محمد مقصود نے ''نظم جماعت کی پابندی اور اس سے رُخصت و معذرت کا معاملہ'' کے عنوان سے سورۃ النور اور سورۃ التوبہ کی آیات کو موضوع گفتگو بنایا۔ انہوں نے اپنے مخصوص علمی انداز میں بات سمجھاتے ہوئے اقبال و حافظ و سعدی کے فارسی اشعار کا نہ صرف بروقت استعمال کیا بلکہ حاضرین کی سہولت کے لئے آسان ترجمہ بھی کرتے رہے، تا آنکہ نظم جماعت میں خواہ مخواہ کی رخصت و معذرت کے تمام پہلو واضح کر دیے۔ اس کے بعد 1996ء کے سالانہ اجتماع راولپنڈی سے بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اختتامی خطاب بعنوان ''ہدایت کا مفہوم'' کی ویڈیو دکھائی گئی۔ جس نے بہتوں کو جگایا، بعضوں کو جھنجھوڑا اور کچھ کو تو رُلا دیا۔ اللہ ڈاکٹر صاحب مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔

آخری پروگرام میاں عامر معین کا ''منہج انقلاب نبوی ﷺ'' کا مذاکرہ تھا، جس میں تمام رفقاء نے پرجوش انداز میں شرکت کی، لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے موضوع تشنہ رہا۔ ناظم حلقہ نے اپنی فکر کی مضبوطی اور دعوتی کاموں میں تیزی اور تحریک کی ہدایت کے ساتھ بوقت ظہر اجتماع کے اختتام کا اعلان کیا۔

(مرتب: انجینئر طارق خورشید)

امیر تنظیم اسلامی کا حلقہ سرگودھا کا سالانہ تنظیمی دورہ

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ و ناظمِ اعلیٰ اظہر بختیار خلجی 8 اپریل بروز اتوار سالانہ تنظیمی دورہ پر سرگودھا تشریف لائے۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق صبح 10 تا ایک بجے دوپہر رفقاء کے ساتھ تعارف اور سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ نشست کا آغاز تلاوتِ قرآن حکیم سے ہوا۔ مبتدی رفیق قاری محمد اعظم نے خوش الحانی سے سورۃ الحج کی آخری دو آیات کی تلاوت کی۔ بعد ازاں نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیش کی گئی۔ ملتزم رفیق عبدالخالق نے حدیثِ نبوی ﷺ بیان کی، جو اجتماعیت کی اہمیت و ضرورت کے حوالے سے تھی۔ امیر حلقہ نے امیر محترم اور شرکاء کو خوش آمدید کہا اور ان کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد حلقہ کا عمومی تعارف پیش کیا گیا۔ مقامی امراء و نقباء نے بھی اپنے اپنے نظم کا تعارف کرایا۔ سوال و جواب کی نشست میں زیادہ تر سوالات موجودہ ملکی حالات کے بارے میں پوچھے گئے۔ دوپہر ایک بجے نماز ظہر کے لیے وقفہ ہوا اور دوبارہ ڈیڑھ بجے امیر محترم نے رفقاء و احباب سے مختصر خطاب فرمایا۔ پروگرام کے اختتام پر دو احباب نے امیر محترم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اڑھائی بجے مہمانوں کو کھانا پیش کیا گیا۔ تقریباً 3 بجے یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ اس موقع پر حلقہ کی جانب سے تنظیم کی مطبوعات کا سٹال بھی لگایا گیا، اور فری لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا۔ اس پروگرام میں حلقہ کے 64 رفقاء اور تقریباً 110 زیر دعوت احباب نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

حلقہ لاہور کے رفقائے تنظیم کی امیر تنظیم اسلامی سے ملاقات

حلقہ لاہور کے رفقائے تنظیم نے مسجد بنت کعبہ میں بعد نماز مغرب امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ سے ملاقات کی۔ ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی اظہر بختیار خلجی اور امیر حلقہ لاہور محمد جہانگیر امیر محترم کے ہمراہ تھے۔ اس پروگرام کا باقاعدہ آغاز بعد نماز مغرب قاری غلام مرتضیٰ نے سورۃ الحشر کی چند آیات کی تلاوت سے کیا۔ تلاوت کے بعد امراء نقباء کا تعارف کرایا گیا۔ بعد ازاں تنظیم میں نئے شامل ہونے والے رفقاء نے اپنا تعارف کرایا اور تنظیم میں اپنی شمولیت کے بارے میں بتایا۔ تعارف کے بعد امیر تنظیم نے رفقاء سے گفتگو کی اور ان کی طرف سے پوچھے گئے سوالوں کے تفصیل سے جوابات دیئے۔ پاکستان کی افغان پالیسی سے متعلق سوال پر امیر محترم نے کہا کہ ہمارا یہ دیرینہ مؤقف ہے کہ امریکہ کے ساتھ افغان جنگ میں کسی بھی قسم کے تعاون کی پالیسی، دینی اور اخلاقی دونوں اعتبارات سے غلط ہے۔ دعوت اور انفرادی رابطوں کے حوالے سے امیر محترم نے کہا کہ ہمیں لوگوں تک بھرپور طریقے سے تنظیم کا پیغام پہنچانا چاہیے۔ انفرادی اصلاح و تربیت کے حوالے سے ہمارا فوکس ایمان کی گہرائی پر ہونا چاہیے۔ اس کے لئے ہمیں قرآن مجید کی

تلاوت وترجمہ اوراس پر غور وفکر کے خصوصی اہتمام کی ضرورت ہے۔ امیر محترم نے کہا کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے اساتذہ اور طلبہ تک دعوت پہنچانا وقت کا تقاضا ہے۔ اس لئے کہ یہی نوجوان نسل آگے آئے گی تو انقلاب کی راہ ہموار ہوگی۔ انہوں نے رفقاء کو ہدایت کی ان لوگوں کو حلقہ جات قرآنی میں لایئے، ان میں یہ احساس زیاں بیدار کیجئے کہ ہم نے دنیاوی تعلیم کے حصول میں بیس بیس سال لگا دیئے، مگر پیغام قرآنی کو سمجھنے کے لئے ہم کچھ بھی وقت نہ نکال سکے، یہ بڑی محرومی ہے۔ امیر محترم نے عمران خان کی سیاست میں فعالیت پر بھی گفتگو کی۔ انہوں نے واضح کیا کہ موجودہ انتخابی نظام سے تبدیلی کی توقع عبث ہے۔ تنظیم اسلامی ایک عرصے سے یہ بات کہہ رہی ہے کہ تبدیلی کا راستہ نبوی منہج پر چلتے ہوئے منظم عوامی تحریک ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے نفاذ اسلام کے لیے زبردست عوامی تحریک اٹھائی جائے۔ انہوں نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ دیوبندی اور بریلوی مکاتب فکر جو اس ملک میں بڑی قوت ہیں، اس راستے پر آنے کو تیار نہیں۔ امیر محترم نے رفقاء کو پیغام دیا کہ منکرات سے دامن بچائیں، عریانی وفحاشی کے سیلاب کے آگے بن باندھیں، راہ حق میں استقامت اختیار کریں اور ہر معاملے میں دین کو مقدم رکھیں۔

(مرتب: شیخ نوید احمد)

تنظیمِ اسلامی حلقۂ خواتین کی ناظمۂ علیا کا دورۂ سیالکوٹ

تنظیم اسلامی حلقۂ خواتین، سیالکوٹ کے زیرِ اہتمام 4 اپریل 2012ء کو ایک عمومی دعوتی پروگرام کا انعقاد کیا گیا، جس میں شرکت کے لئے مرکز سے خصوصی طور پر ناظمۂ علیا بیگم ڈاکٹر اسرار احمد، نائب ناظمہ اَمۃ المعطی، اور ناظمۂ تربیت اَمۃ الحصی تشریف لائیں۔ پروگرام کا انعقاد محلہ اسلام آباد میں مقامی ناظمہ بیگم عبدالقدیر بٹ کی رہائش کے قریب ایک کھلے میدان میں کیا گیا، جہاں رفقائے تنظیم نے ٹینٹ، کرسیوں، قالین اور ساؤنڈ سسٹم کے عمدہ انتظام کر رکھا تھا۔

پروگرام کا آغاز صبح 11 بجے تلاوتِ قرآنِ مجید سے کیا گیا۔ جس کے بعد حمدِ باری تعالیٰ پیش کی گئی۔ بعدازاں نبی اکرم ﷺ کا حلیہ مبارک پر ایمان افروز گفتگو ہوئی اور نعتِ رسولِ مقبول ﷺ پیش کی گئی۔ نعتِ رسول ﷺ کے بعد میڈیا کے معاشرے پر برے اثرات اور مسلم ماؤں کے کرنے کے کام پر ایک پُر اثر تقریر کی گئی۔ اس دوران شریک خواتین میں اسی موضوع سے متعلق ہینڈ بل بھی تقسیم کیا گیا۔ اس پروگرام میں تین قاریات کی تلاوتِ قرآن مجید رکھی گئی۔ قاریات کی تلاوت کے بعد معزز مہمان خواتین اور تنظیمِ اسلامی کا تعارف کرایا گیا۔ بعدازاں اَمۃ الحصی باجی نے ناظمۂ علیا کی فرمائش پر خواتین کو ایک حدیثِ قدسی سنائی، جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر انسان خود کو اپنے رب کی عبادت کے لئے فارغ نہیں کرے گا تو ربِ کائنات اسے دنیا کے حوالے کر دے گا اور اس کی حاجات کبھی پوری نہیں ہوں گی۔ انہوں نے کہا کہ یہ حدیثِ مبارکہ جس بات کا سب سے زیادہ تقاضا کرتی ہے وہ وقت کا انفاق ہے۔ آج ہمارا سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ ہمارے پاس ہر بڑے چھوٹے دنیاوی کام کے لئے وقت ہے، لیکن دین سیکھنے اور سمجھنے کے لئے وقت نہیں ہے۔ اس کے بعد انہوں نے خواتین کے فرائضِ دینی کو مفصل بیان کیا جس کے لئے پہلے اس کا خاکہ خواتین میں تقسیم کیا گیا تھا۔ انہوں نے خاکے کی مدد سے دینی فرائض کی عمارت کی منزل بمنزل تفصیل بیان کی، اور خواتین کو بتایا کہ دینی ذمہ داریوں کی دوسری منزل پر جہاد بالقرآن کے ذریعے دعوت وتبلیغ کا کام خواتین کے لئے گھر، بچوں، اور محرم مردوں تک محدود ہے۔ یہ ذمہ داری صبر وضبط اور مسلسل محنت کی متقاضی ہے، جس میں کوتاہی نئی نسل کی بربادی کا باعث بن سکتی ہے۔

ان کے بعد اَمۃُ المعطی باجی نے فکر آخرت کے موضوع پر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ عمل کا راستہ آسان تب ہوتا ہے جب آخرت کو دنیا کے ہر کام پر مقدم رکھا جائے۔ انہوں نے اپنی والدہ صاحبہ کے حوالے سے بتایا کہ وہ اکثر یہ نصیحت کرتی ہیں کہ اپنی الماریوں میں دوسرے کپڑوں کے ساتھ ایک کفن کا جوڑا بھی لٹکا لینا چاہیے، تاکہ سفر آخرت کا خیال ذہنوں سے نہ نکلنے پائے۔ انہوں نے کہا کہ آخرت کا یہ سفر ہمیں تنہا کرنا ہے۔ اس سفر میں اعمال ہی ہمارے ساتھی ہوں گے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے اعمال کی اصلاح کریں اور فکر آخرت سے دل ودماغ کو تروتازہ رکھیں۔

نمازِ ظہر کی بروقت ادائی کے لئے پروگرام کے کچھ حصے کو مختصر کر دیا گیا۔ ناظمۂ علیا نے مختصر اور جامع دعا کرائی۔ نمازِ ظہر کی ادائی کے بعد پروگرام میں شریک رفیقات وحبیبات نے مہمان خواتین کے ساتھ کھانا کھایا۔ اس کے بعد امتہ الحصی باجی نے تنظیم کی فعال رفیقات کو عملی نوعیت کی ہدایات دیں جبکہ امتہ المعطی باجی نے باقی خواتین سے جماعت کی اہمیت پر گفتگو کی۔ نمازِ عصر کی ادائی کے بعد مہمان خواتین واپس لاہور روانہ ہوگئیں۔

اس پروگرام میں تقریباً ڈیڑھ سو خواتین نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ پروگرام کے منتظمین، مہمان خواتین خصوصاً ناظمۂ علیا کو اجرِ عظیم اور دنیا وآخرت کی بھلائیاں عطا فرمائے۔ (آمین)

تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی کے زیر اہتمام توسیع دعوت پروگرام

حلقہ کراچی شمالی کے زیر اہتمام 23 مارچ 2012ء کو گلستان جوہر-2 کے علاقے میں توسیع دعوت پروگرام منعقد ہوا۔ اس پروگرام کی تیاری فروری میں ہی شروع کر دی گئی تھی۔ مقامی تنظیم گلستان جوہر-2 کے امیر نے اپنے نقباء اور ذمہ داران سے مشورے کے بعد پروگرام کے لئے PIA سوسائٹی میں سبزہ زار لان کا انتخاب کیا۔ پروگرام کی تشہیر کے لئے بارہ ہزار ہینڈ بلز بھی چھپوائے گئے، جو 16 مارچ کو بعد نمازِ جمعہ مساجد کے باہر اور 18 مارچ کو علاقے میں تقسیم کئے گئے۔ علاقے میں بینرز اور پول ہینگرز بھی لگائے گئے اور فرداً فرداً ملاقات کے ذریعے بھی لوگوں کو دعوت دی گئی۔

23 مارچ ساڑھے تین بجے حلقہ شمالی کے رفقاء سبزہ زار لان میں جمع ہونا شروع ہوگئے۔ رفقاء کی تعداد 175 تھی۔ 4 بجے حافظ اسامہ علی نے تذکیری گفتگو کی اور دعوت کے آداب وفضائل بیان کئے۔ حلقہ شمالی کے ناظم دعوت عامر خان نے امیر مقامی تنظیم کی معاونت سے تقریباً 19 ٹیمیں تشکیل دیں۔ ہر ٹیم آٹھ تا دس رفقاء پر مشتمل تھی۔ رفقاء دی گئی ہدایات کے مطابق اپنے اپنے تفویض کردہ علاقوں میں گئے اور بعد نمازِ عصر کارنر میٹنگز کیں۔ بعدازاں گھر گھر جا کر لوگوں کو دین کی دعوت پہنچائی اور انہیں بعد نمازِ مغرب پروگرام میں شرکت کی دعوت دی۔ مساجد کے آئمہ سے ملاقات کر کے انہیں بھی پروگرام میں شرکت کی دعوت دی گئی۔

نمازِ مغرب کے بعد پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوتِ قرآنِ حکیم سے ہوا، جس کے بعد ایک بچے نے 23 مارچ کے حوالے سے ایک نظم پیش کی۔ بعدازاں حلقہ کراچی شمالی کے ناظم دعوت جناب عامر خان نے خطاب کا۔ موضوع تھا ''کلمہ طیبہ کا مفہوم اور اس کے تقاضے''۔ انہوں نے 23 مارچ کی اہمیت کے حوالے سے بھی گفتگو کی۔ اس پروگرام میں 250 حضرات اور 70 خواتین نے شرکت کی۔ پروگرام کے اختتام پر اس علاقے میں ہونے والے حلقۂ قرآنی کا اعلان کیا گیا اور شرکاء میں دعوتی لٹریچر پر مشتمل گفٹ پیک تقسیم کئے گئے۔

(رپورٹ: آصف حبیب پراچہ)

Dr Alaf Khan, who inspired this column, made his own pertinent comment while forwarding the piece of information used above. Here is what he said, "Makes you wonder how many of the graduates (*farigh-ul-tehseel*) of our *Dar-ul-Ulums*, or for that matter, how many holding Ph.Ds in Islamiyat from our public-sector universities would have qualified for the post. God save the nation whose federal interior minister cannot recite even Surah *Ikhlas*!" (*Courtesy: daily "The News"*)

کسی ترجمہ کی مدد کے بغیر براہِ راست قرآن مجید سمجھنے اور اس کی تعلیم وتدریس کی صلاحیت پیدا کرنے کے لئے

ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد کے لئے

سالانہ چالیس روزہ

قرآنی عربی کورس

(بلامعاوضہ)

دورانیہ: 10 جون تا 20 جولائی 2012ء

کورس کے اختتام پر کامیاب طلبہ کو اسناد دی جائیں گی

قیام وطعام بذمہ ادارہ

مُعلّم: محترم عامر سہیل صاحب 0333-6612806

برائے رابطہ ومعلومات:

سجاد علی سعد 0313-7271117

آفتاب ثاقب ایڈووکیٹ 0321-6615671

فہم القرآن اکیڈمی

بانی: خواجہ مشتاق احمد (مرحوم)

B-89، کمرشل سنٹر، گلستان کالونی، ملت چوک فیصل آباد

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر سید فیملی کو اپنی حافظہ قرآن بیٹی، عمر 25 سال، بی ڈی ایس ڈاکٹر، قد "5'.5 کے لئے دینی مزاج کے حامل ڈاکٹر، انجینئر، سی اے لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ والدین رابطہ کریں۔ برائے رابطہ: 0300-9460392

☆ لاہور میں رہائش پذیر راجپوت فیملی کو اپنی بیٹی عمر 28 سال، تعلیم ایف اے کے لئے دینی مزاج کے حامل برسرِ روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 042-36635481

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی ڈاکٹر بیٹی، عمر 24 سال، خوبصورت، خوب سیرت، قد "4-'5 کے لئے باپردہ فیملی سے ڈاکٹر یا انجینئر کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔
برائے رابطہ: 0300-4617149, 0324-9847487

☆ بیٹی، عمر 23 سال، تعلیم کلینکل سائکالوجی ایم فل جاری کے لئے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار پڑھے لکھے ہم پلہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔
برائے رابطہ: 0322-4955342

☆ لڑکی، عمر 22 سال، تعلیم بی ایس سی، بی ایڈ، الہدیٰ انٹرنیشنل سے فہم قرآن کورس، پابند صوم وصلوٰۃ کے لئے دین دار اور باروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0300-9462688

☆ ہمیں اپنے اکلوتے بیٹے، عمر 36 سال انڈر میٹرک، ذاتی کاروبار (پہلی بیوی سے بوجوہ علیحدگی ہو چکی ہے) کے لئے کنواری، طلاق یافتہ، اُردو سپیکنگ دیندار لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ صوبہ پنجاب سے تعلق رکھنے والے مسنون طریقہ پر شادی کے خواہشمند گھرانے رابطہ کریں۔
برائے رابطہ: 051-4539058

☆ گورنمنٹ ڈگری کالج کے سابق پرنسپل کو اپنے جواں سال برسرروزگار بیٹے، تعلیم بی۔اے، حافظ قرآن کے لئے صحیح العقیدہ فیملی سے رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔ لڑکے کا تعلق مغل فیملی سے ہے۔ برائے رابطہ: 0300-7521534, 0324-6454124

☆ جھنگ میں رہائش پذیر راجپوت فیملی کو اپنی بیٹی (بیوہ)، تعلیم بی اے، عمر 33 سال (ایک بیٹی عمر 8 سال ہمراہ ہے) کے لئے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ (رنڈوے یا دوسری شادی کے خواہشمند بھی رابطہ کر سکتے ہیں)
برائے رابطہ: 0300-6500413, 0333-6721640

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی کے رفیق محمد حسیب خان کے والد گرامی رحلت فرما گئے۔

☆ حلقہ سکھر کی مقامی تنظیم صادق آباد کے ملتزم رفیق و رکن شوریٰ حافظ خالد شفیع کے چھوٹے بھائی وفات پا گئے ہیں۔

☆ مرکزی دفتر تنظیم اسلامی میں ناظم اعلیٰ کے معاون نصیر احمد خان کے بڑے بھائی اور بھتیجی حادثہ میں وفات پا گئے۔

دعائے صحت کی اپیل

☆ رفیق تنظیم گلزار احمد (نومسلم) کی اہلیہ کینسر کے عارضہ میں مبتلا ہیں۔

☆ مرکزی دفتر تنظیم اسلامی میں ناظم اعلیٰ کے معاون نصیر احمد خان کی بھابی اور بھتیجے ایک سڑک کے حادثہ میں زخمی ہو گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ بیماروں اور زخمیوں کو شفائے کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔
قارئین سے بھی اُن کے لئے دُعائے صحت کی اپیل ہے۔

Rahimullah Yusufzai

PRAYER LEADERS

Noted Peshawar physician Dr Alaf Khan recently forwarded to those on his mailing list a job advertisement for the position of the Imam of the Grand Mosque in Istanbul during the reign of Khalifah Sulaiman the Magnificent who ruled the Ottoman Empire from 1520-1566.

The source for the information was *Al-Ahram*, the famous newspaper of Egypt. The paper had published this in its issue of September 22, 1986. The context in which this piece of information was published is unclear.

At the time, Egypt was ruled by Hosni Mubarak, the military dictator who had to quit last year after unprecedented public protests. He ruled with an iron fist for 30 long years and kept all opposition parties, including the Muslim Brotherhood, in check.

The advertisement listed several requirements for the job of the prayer leader at the Grand Mosque, also known as the Blue Mosque, and surely one of the landmarks of Istanbul.

Sulaiman, celebrated as a world conqueror and lawmaker, had set high standards for everything and he wanted to employ the best candidate for the exalted job to be the Imam of his great Ottoman Empire's biggest mosque.

Here is what was listed for the candidates aspiring for the prestigious job:

- To have mastered the languages of Arabic, Latin, Turkish and Persian
- To have mastered the Quran, the Bible and the Torah
- To be a scholar in Shari'ah, Fiqh and Latin Law
- To have mastered physics ﷺ and mathematics up to teaching standard
- To be a master of chivalry, archery, dueling and the arts of Jihad
- To be of handsome countenance
- To have a strong melodious voice

Someone had to be truly versatile to fit this description. The candidate was required to be well-versed in religious learning of not just Quran but also the books of the Christians and Jews because the Ottoman Empire was also inhabited by people of other faiths.

The Imam also needed to know all the languages spoken in the empire, the laws followed by the state, and secular subjects such as physics and mathematics.

And in keeping with the times, he was required to be a soldier able to use the weapons then in vogue. Finally, the emperor wanted the Imam of his mosque to be handsome with strong vocal chords and a melodious voice. The last point is important because such an Imam would attract believers to the mosque and also religion.

The Saudi kings seem to follow at least a few of these principles as some of the Imams of the two holy mosques in Makkah and Madinah have melodious voices. In particular, Sheikh Abdul Rahman al-Sudais, the Imam of Masjid al-Haram in Makkah, has a sweet voice and his followers in prayers are sometimes unable to control their tears when he recites certain poignant verses from the Quran. However, the kingdom of Saudi Arabia cannot have the same high standards as Sulaiman the Magnificent's Ottoman Empire while recruiting Imams for their grand mosques.

As for Pakistan, the less said the better. In fact, some of Pakistan's gravest problems are due to the control of mosques and madrassas by prayer leaders who are unsuitable for the task.